زہد، مفہوم اور تقاضے

صحیح مسلم کا خصوصی مطالعہ

تالیف

سعید الرحمن
استاد ادارہ علوم اسلامیہ و عربی
بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

بیکن بکس ○ گلگشت ملتان

Marfat.com

زہد مفہوم اور تقاضے

صحیح مسلم کا خصوصی مطالعہ

تالیف

سعید الرحمن

استاد ادارہ علوم اسلامیہ عربی
بہاؤ الدین زکریا یونیورسٹی ملتان

Saeed ur Rahman

بیکن بکس ○ گلگشت ملتان

Marfat.com

DATA ENTERED

۳۶۴۲۷۸

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

بار اول :	1995
پریس :	ندیم شفیق پرنٹنگ پریس ملتان
قیمت :	75/-

Marfat.co

DATA ENTERED

عرض مؤلف

یقیناً ناانصافی ہوگی اگر محدثین کرام کی ان مساعی کو فراموش کردیا جائے جن کی بدولت امت کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور اسوہ حسنہ سے آگاہی حاصل ہوئی۔ ان محدثین کرام نے مختلف پہلوؤں سے احادیث کو جمع کیا اور دینی ادب میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔

ان محدثین میں امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری اور ان کے شاگرد، امام مسلم بن حجاج قشیری کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ امام مسلم کی کتاب "الصحیح" اپنے حسن ترتیب کی وجہ سے صحیح بخاری پر فوقیت رکھتی ہے۔ اس کتاب کی توضیح و تشریح پر اس قدر کام نہیں ہوا جس قدر صحیح بخاری پر ہوا۔ بعض شرحات تو نامکمل ہیں۔

زیر نظر کتاب میں صحیح مسلم کے تقریباً آخر میں زہد کے حوالہ سے مذکورہ احادیث پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ عام طور پر اس عنوان کے تحت آنے والی بعض احادیث کی اردو زبان میں جو شرح کی گئی ہے، وہ نہ صرف تشنہ طلب ہے، بلکہ اس سے ابھرنے والی تصویر کسی طور پر دین حق کی درست ترجمانی نہیں کرتی۔

اس امر کی ضرورت محسوس کی گئی کہ احادیث زہد کی وضاحت اسلام کے حقیقی مزاج اور قرآن و حدیث کے وسیع تر تناظر میں کی جائے۔ اس سلسلے میں صحیح مسلم کی دستیاب شروح سے استفادہ کے علاوہ دیگر اہم کتب سے بھی مدد لی گئی ہے۔

اس عنوان کے تحت احادیث کی جو وضاحت کی گئی ہے۔ وہ درحقیقت اس فیض کا نتیجہ ہے جو راقم الحروف نے اپنے معزز اساتذہ کے علاوہ خانقاہ عالیہ رائے پور سے حاصل کیا ہے۔

مجھے امید ہے کہ زیر نظر کتاب کو اہل علم کے ہاں پذیرائی حاصل ہوگی، ان کے مشوروں اور تبصروں کا انتظار رہے گا۔

arfat.com

فہرست عنوانات

زہد کا مفہوم	9
دنیا کی حیثیت	13
دنیا کی حقیقت	15
تکاثر کا مفہوم	18
کردار کی اہمیت	22
غیر صحتمند سابقت	24
معاشرتی زوال کے مدارج	28
احساس کمتری کا علاج	29
نودولتیوں کا طرز عمل	32
خاموش زندگی	37
جماعت صحابہ کی جفاکشی	39
حضرت عتبہ بن غزوان کا خطبہ	42
رویت خداوندی اور احتساب	47
انسان کے کردار کے عینی گواہ	51
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معاشی زندگی	53
حقداروں میں فرق مراتب اور حسب	63
آثار قدیمہ کے بابت رویہ	65
بیواؤں اور ضرورتمندوں سے حسن سلوک	69
مساجد کی تعمیر	71
ضرورتمندوں کے لئے آمدنی کا تہائی حصہ	75
نمائشی نیک عمل کی حقیقت	78
بے لگام گفتگو کی مضرت	82
بے عمل واعظ کا عبرت انگیز انجام	83
بدکرداری پر اتر آنے کی ممانعت	86
چھینک کی بابت معاشرتی ادب	87
جمائی کی بابت معاشرتی ادب	91

Marfat.com

انسان کی حقیقت	93
مسخ کا عذاب	95
صاحب ایمان کا شعور و بصیرت	99
صاحب ایمان کے لئے سدا بہار خوشی	101
خوشامدی اور چاپلوسی کی شدید مذمت	102
عمر کے حوالہ سے معاشرتی ادب	107
گفتگو کا سلیقہ	108
کتابت حدیث نبوی	109
پر عزم نوجوان کا لائق تقلید واقعہ	110
تنگدستوں کے ساتھ درگزر کا برتاؤ	117
زیردستوں کے ساتھ مواساۃ	119
مساجد کی طہارت و نظافت	120
بد دعاء کی ممانعت	122
معاملات کی پیش بندی کی اہمیت	123
نماز باجماعت اور ایک کپڑے میں نماز	124
رسول وجماعت رسول کی تنگدستی	125
درختوں کی اطاعت کا معجزہ	126
عذاب قبر میں کمی کے لئے تدبیر نبوی	127
پانی کی کثرت کا معجزہ	128
مچھلی کی دعوت	130
قصہ ابوالیسر	131
حدیث جابر	133
واقعہ ہجرت	138
حوالہ جات	145
مصادر و مراجع	150

بسم اللہ الرحمن الرحیم

زہد: مفہوم اور تقاضے

زہد کسی چیز سے بے رغبتی اور عدم دلچسپی کا نام ہے۔ (۱) اسلام اپنے پیروکاروں سے اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ دنیا اور اس سے متعلقہ اشیاء میں اس قدر منہمک نہ ہوں کہ ان کی حقیقی منزل ان کی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ زہد کا قطعی طور پر مفہوم یہ نہیں ہے کہ انسان اس دنیا میں جوگیانہ یا سادھوانہ زندگی بسر کرے اور دنیاوی نعمتوں سے کنارہ کشی اختیار کر لے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں انسانی فلاح و کامیابی کی جو تعلیم دی گئی اس کا تعلق دنیا و آخرت دونوں سے ہے۔ دنیا سے بے رغبتی نہ تو کسی حلال کے حرام قرار دینے میں ہے اور نہ ہی مال ضائع کرنے میں ہے۔ دنیا سے بے رغبتی کا مفہوم یہ ہے کہ اپنی زیر تحویل اشیاء پر اللہ کے ہاں موجود اشیاء کے مقابلے میں زیادہ بھروسہ نہ ہو نیز درپیش مصیبت کے ثواب حاصل کرنے میں زیادہ رغبت ہو۔ (۲) ایک حدیث میں زہد کے مفہوم کو یوں واضح کیا گیا ہے کہ (I) تم وہی پسند کرو جو تمہارے خالق کی پسند ہے اور اس سے نفرت کرو جس سے تمہارے خالق کو نفرت ہے۔ (II) دنیا کی حلال چیزوں (کے فضول استعمال) سے بھی اس طرح دور رہو جیسے حرام چیزوں سے اجتناب برتتے ہو کیونکہ دنیا کی حلال چیزوں کے استعمال پر محاسبہ اور حرام چیزوں کے استعمال پر عذاب ہوگا۔ (III) تمام مسلمانوں سے اس طرح رحم و شفقت اور مواسات و ہمدردی کا برتاؤ کرو جیسے اپنے آپ سے ہمدردی کرتے ہو۔ (IV) فضول گوئی سے اس طرح پرہیز کرو جیسے حرام سے پرہیز کرتے ہو۔ (V) بسیار خوری سے اس طرح اجتناب برتو جیسے تم انتہائی بدبودار مردار سے بچتے ہو۔ (VI)

Marfat.com

دنیا کے متاع و زینت (میں انہماک) سے اس طرح بچو جیسے تم آگ سے دور رہتے ہو اور (VII) دنیا کے بارے میں اپنی امیدیں مختصر رکھو۔ (۳) گویا ان تعلیمات نبوی کی روشنی میں یہ کہنا درست ہوگا کہ زہد در حقیقت انسانی رویوں کے متوازن ہونے کا دوسرا نام ہے۔ جہاں تک قرآن و حدیث میں وارد دنیا کی مذمت کا تعلق ہے تو اس بارے میں محققانہ رائے یہ ہے کہ دنیا کی مذمت سے مقصود، زمانہ کی مذمت نہیں جو لیل و نہار کی گردش کی صورت میں تاقیامت رہے گا کیونکہ شب و روز کو تو اللہ تعالی نے ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا ہے ان کے لئے جو سمجھنا چاہیں یا شکر کرنا چاہیں (۴) کہ سمجھنے والے کے پیش نظر استدلالات ہیں اور شکر گزاری کرنے والے کی نظر میں انعامات ہیں (۵) اور رسول اکرم ﷺ کا ارشاد اقدس ہے کہ شب و روز میں وہ کام کرو جن کے لئے ان کی تخلیق ہوئی ہے، اسی طرح مذمت دنیا کا تعلق جائے دنیا یعنی زمین سے نہیں جسکو اللہ تعالی نے اولاد آدم کیلئے مسکن اور گھوارہ بنایا ہے، نہ ہی ان نعمتوں سے مذمت دنیا کی کوئی نسبت ہے جو اللہ تعالی نے اسمیں پہاڑوں، سمندر، نہروں، کانوں اور پیداوار وغیرہ کی صورت میں رکھ دی ہیں اور نہ ہی اس میں پھیلے ہوئے جانوروں اور پرندوں سے دنیا کی مذمت کا کوئی تعلق ہے بلکہ یہ تو اللہ کی عطا کردہ نعمتیں ہیں جن میں اس کے بندوں کے لئے، ان کے بنانے والے کی وحدانیت اور اس کی قدرت و عظمت کے بارے میں غور و فکر اور استدلال کی بنیاد موجود ہے۔ در حقیقت مذمت دنیا کا تعلق اولاد آدم کے ان افعال و اعمال سے ہے جو دنیا میں وقوع پذیر ہوتے ہیں کہ ان میں سے بیشتر انجام کار کے اعتبار سے باعث زیاں یا بے سود ثابت ہوتے ہیں یعنی وہ افعال لائق مذمت ہیں جو نقصان دہ یا غیر مفید ثابت ہوتے ہیں (۶) لہذا یہ کہنا قطعاً درست نہیں کہ اسلام دنیاوی امور میں انسانی کردار کی نفی کرتا ہے اور انہیں معاشرتی عمل سے علیحدگی کی تلقین کرتا ہے تاہم اس حقیقت سے انکار نہیں کہ اسلام دین فطرت ہونے کے ناطے سرمایہ پرستی کی نفی ضرور کرتا ہے (۷) کہ اس رویے سے معاشرے میں بے چینی جنم لیتی ہے اور افراد معاشرہ میں طبقاتی کشمکش فروغ پاتی ہے، چنانچہ علماء سلف میں بھی زہد کا یہی مفہوم رہا ہے۔ اور انہوں نے بھی تنگ دستی اور

arfat.com

تنگ دامنی کو زہد قرار نہیں دیا چنانچہ سفیان ثوری کہتے ہیں اپنی امیدوں کو اپنے حدود میں رکھنا اور انہیں اپنی (اوسط) مدت عمر سے زیادہ طول نہ دینا زہد ہے، سخت کھانا اور موٹا پہننا زہد نہیں ہے۔ ابن جلاد کہتے ہیں کہ دنیا کو اس نقطہ نظر سے دیکھنا کہ اس پر زوال آنے گا زہد ہے اور اس ذریعہ دنیا سے بے رغبتی سہل اور آسان ہوجاتی ہے گویا زہد کا تقاضہ بالفاظ دیگر عاقبت اندیشی اور انجام بینی ہے، جنید بغدادی کا قول ہے کہ زہد ان چیزوں کی محبت سے دل خالی ہونے کا نام ہے جن سے ہاتھ خالی ہوں یعنی حرص و لالچ سے مبرا صفت قناعت کا نام زہد ہے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ دنیا کے آجانے پر (حد سے زیادہ) خوش نہ ہونا اور اس کے جانے پر (ضرورت سے زیادہ) غمزدہ نہ ہونا ہی زہد ہے، جب ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک ہزار دینار کا مالک زاہد ہو سکتا ہے، فرمایا ہاں بشرطیکہ اس سے زیادہ ملنے پر (اسے آپے سے باہر کرنے والی) خوشی نہ ہو اور کم ہونے پر (دل سے لگا لینے والا) غم نہ ہو۔ چنانچہ حضرت داود اور حضرت سلیمان علیہما السلام اپنے زمانہ کے سب سے بڑے زاہد تھے حالانکہ ان کے پاس مال و دولت و دنیا کی بادشاہت تھی، حضرت عثمان بن عفان، حضرت عبد الرحمن بن عوف و حضرت زبیر رضی اللہ عنہم باوجود صاحب مال ہونے کے زاہد تھے، اسی لئے ابن تیمیہ کا قول ہے کہ آخرت کے حوالے سے غیر نفع بخش امور ترک کرنے کا نام زہد ہے (۸) گویا زہد کا مقصد اپنی جائز ضروریات کی تکمیل سے باز رہنا نہیں بلکہ دنیا و اس سے متعلقہ امور سے قلبی تعلق قائم نہ کرنا ہے کیونکہ اسی تعلق سے دنیا میں فساد کی آبیاری ہوتی ہے (۹) اسلام نے تو دنیا میں رزق حلال کی سعی و طلب پر زور دیا ہے اور اسے اللہ کے فضل سے تعبیر کیا ہے (۱۰) نہ صرف یہ بلکہ اس کو افضل میں سے شمار کیا ہے (۱۱) یہی سبب ہے کہ امام مالک نے مال حلال حاصل کرنے کی جدوجہد اور ایک دائرہ میں رہتے ہوئے اپنی آرزوں کے مختصر رکھنے کو زہد قرار دیا ہے (۱۲) لہذا کسی کا اپنے پاس اپنی جائز ضروریات زندگی کی تکمیل کی خاطر مال رکھنا زہد کے منافی نہیں نہ صرف یہ بلکہ یہ تو دور حاضر کی ضرورت ہے، چنانچہ سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ ماضی میں مال و دولت کو ناپسند کیا جاتا تھا لیکن آج یہ صاحب ایمان کی ڈھال ہے اور [illegible] سے

پاس مال نہ ہو تو حکومت وقت ہمیں بطور رومال کے استعمال کرے یعنی اپنی کوتاہیوں اور زیادتیوں کی پردہ پوشی کے لئے ہماری بے بسی اور محتاجگی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے اقتداری مقاصد کے لئے ہمیں کھلونا بنا لے (۱۳) جیسا کہ دور حاضر میں بھی اس کا مشاہدہ کیا جاسکتا ہے کہ صاحبان جاہ و مال اہل علم و دانش کی صلاحیتوں کی قدر افزائی کے نام پر ان سے اپنے لئے سند جواز حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں اسی بناء پر سفیان ثوری کا یہ مشورہ تھا کہ جس کے پاس مال ہو وہ اسے ضائع نہ کرے کیونکہ یہ دور ایسا ہے کہ انسان محتاج ہونے کی صورت میں سب سے پہلے اپنے دین کا سودا کرتا ہے (۱۴)۔

چونکہ اسلام نے رہبانیت کی نفی کی ہے اور انسانی معاشرے کے لئے متوازن ضابطہ حیات عنایت کیا ہے اس لئے اس کے نزدیک دنیوی مال و متاع کے حصول کی ممانعت نہیں بشرطیکہ اس کا حصول ناجائز وسائل کے ذریعے نہ ہو اور حاصل شدہ دولت پر عائد اجتماعی حقوق کی ادائیگی سے گریز کی راہ نہ اپنائی جائے لہذا یہ کہنا کسی طور درست نہیں کہ اسلام نے دنیوی امور میں دخیل ہونے سے روکا ہے بلکہ اس کے برعکس رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے فاقہ کرنا میرے صحابہ کے لئے تو سعادت تھا لیکن آخری زمانے میں صاحب ایمان کا غنی ہونا یعنی اس کا اپنے پاؤں کھڑے ہو کر اپنی ضروریات احسن انداز سے پوری کرنا سعادت و خوش بختی ہوگا (۱۵) اور جو دنیوی مال و متاع سے اپنی ضرورت اور حق کے بقدر لے گا وہ اس کے لئے بہترین سہارا ثابت ہوگا اور اس میں اسے برکت ہوگی (۱۶)۔

الغرض اسلام نے دنیا و آخرت دونوں سے اپنا حصہ وصول کرنے والے معاشرہ کو بہتر قرار دیا ہے (۱۷) اور یہ واضح کردیا ہے کہ دنیا کو مذموم قرار نہ دیا جائے کہ وہ صاحب ایمان کے لئے بہتر سواری کی مانند ہے کہ اس کے ذریعے وہ کار خیر انجام دیتا ہے اور اس کے بدولت شر سے نجات حاصل کرتا ہے (۱۸) لیکن یہ ضروری ہے کہ آخرت کی منزل مقصود پر دنیا کے عارضی مسکن کو ترجیح دینے کے رویہ سے گریز کیا جائے کہ یہ رویہ عاقبت نااندیش اور تنگ نظر افراد کا ہوتا ہے جبکہ صاحب ایمان کی نظریں اس جہان سے آگے کے جہان تک وسیع ہوتی ہیں اور عاقبت اندیشی اسکی

arfat.com

خصوصیت ہوتی ہے۔ اسی بناء پر حدیث میں ارشاد ہے کہ دنیا کا گھر اس کے لئے بہتر ہے جو اس سے آخرت کا زاد راہ حاصل کرے یہاں تک کہ اس کے ذریعے رضائے الہی کے مقصد تک جا پہنچے اور دنیا کا مسکن اس کے لئے برا ہے جس کے لئے وہ آخرت کی راہ میں رکاوٹ بن جائے اور جو اسے اپنے پروردگار کی رضا کے حصول میں کوتاہ رکھے اور جب کوئی شخص اپنی بد عملی کا ذمہ دار دنیا کو قرار دیکر اسے برا بھلا کہتا ہے تو دنیا جواب میں کہتی ہے کہ ناس ہو اس نے ہی ہمیں اپنے رب کا نافرمان بنایا (۱۹)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ زہد درحقیقت سرمایہ پرستی اور رہبانیت کے مابین حقیقت کا دوسرا نام ہے جس کا اپنانا ہر صاحب ایمان کے لئے سعادت اور ہر معاشرے کی فلاح کا ذریعہ ہے۔ اب ہم صحیح مسلم کے حوالہ سے زہد کی احادیث کو بیان کرتے ہیں۔

دنیا کی حیثیت

حدثنا قتیبة بن سعید نا عبدالعزیز یعنی الدراوردی عن العلاء عن ابیه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم الدنیا سجن المؤمن و جنة الکافر

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دنیا صاحب ایمان کا قیدخانہ ہے اور کافر کی جنت ہے۔)

یہ حدیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے کہ اس دنیا میں صاحب ایمان کی زندگی نظم و ضبط کے ساتھ بسر ہونی چاہئے، جبکہ کافر کی زندگی اس نوعیت کے نظم و ضبط سے عاری ہوتی ہے اور وہ شتر بے مہار کی مانند ہوتا ہے۔ چونکہ صاحب ایمان کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ یہی جہاں سب کچھ نہیں بلکہ ایک جہاں وہ بھی ہے جہاں کی زندگی دائمی اور تکالیف و مصائب سے مبرا ہے اس لئے اسے یہ دنیا قیدخانہ محسوس ہوتی ہے کہ یہاں انسان کو کئی قسم کی کلفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جبکہ کافر کی نظر میں وہ جنت ہوتی ہے۔ وہ اس جہاں کے علاوہ کسی اور زندگی پر یقین نہیں رکھتا اس لئے وہ اس دنیا

Marfat.com

اپنے لئے جنت سمجھتا ہے کہ اس کے بعد تو فنا ہی فنا ہے، گویا مومن کی مثال قید خانہ میں محبوس اس شخص کی مانند ہے جسے یہ یقین ہے کہ اس چار دیواری سے باہر ایک آزاد اور وسیع دنیا بھی ہے (۲۰) ظاہر ہے کہ اسے یہ چار دیواری قید خانہ محسوس ہو گی اور کبھی بھی اس کی اس کے ساتھ دلی وابستگی پیدا نہیں ہو گی جبکہ کافر کی نوعیت اس مقید شخص کی سی ہے جس کو باہر کی دنیا کا علم ہی نہیں اور وہ اپنی چار دیواری کو ہی کل کائنات سمجھتا ہے، اسی لئے اس کے نزدیک وہی جنت ہے اور یوں اس کے ساتھ اس کا قلبی لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔

چنانچہ حکایت ہے کہ ایک پراگندہ حال یہودی نے ایک خوش لباس مسلم عالم دین کو دیکھ کر کہا کہ کیا تم لوگ اپنے نبی سے یہ روایت نقل نہیں کرتے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے، اس کے باوجود تم میرا اور اپنا موازنہ کر لو (یعنی میری حالت خستہ اور تمہاری حالت عمدہ ہے) اس پر اس عالم دین نے جواب دیا کہ جب تم اسی کفر کی حالت پر مر کر آخرت کے عذاب میں مبتلا ہو گے تو احساس ہو گا کہ دنیا تو تمہارے لئے جنت تھی اور جب میں اسلام کی حالت میں انتقال کروں گا تو آخرت کی نعمتوں کا مشاہدہ کر کے یقیناً یہی تصور کروں گا کہ دنیا تو میرے لئے قید خانہ تھی (۲۱)۔

بہر کیف مذکورہ حدیث کا یہ منشاء نہیں ہے کہ مسلمان دنیوی حوالے سے اپنی بہتری کی کوشش نہ کریں اور دنیوی نعمتوں کے استفادے سے اپنے آپ کو محروم کر لیں بلکہ اس کے برعکس قرآن حکیم کا فرمان تو یہ ہے کہ دنیا کی تمام مادی نعمتیں درحقیقت اہل ایمان کے فائدہ کے لئے ہی پیدا کی گئی ہیں (۲۲) اور یہ کہ تمام اشیاء عالم تمام انسانوں کی ملکیت ہیں کہ وہ ان کو اپنے کام میں لائیں (۲۳) اور اپنی ضروریات پوری کریں، چنانچہ اس دعاء کو مدح کے اسلوب میں ذکر کیا گیا ہے کہ اے ہمارے رب ہمیں اس دنیا میں بھلائی عطا کر اور آخرت میں بھی بھلائی عنایت کر (۲۴) لہذا اہل ایمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ آخرت کی فلاح کے حصول کے حقیقی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دنیا کی بہتری کے لئے بھی سعی و کاوش کریں، آخر اس دنیا میں موجود قید خانوں

کے باسی بھی تو اپنی حالت بہتر بنانے کی کوشش کرتے ہیں اور دنیا میں ان کی جدوجہد کو نہ صرف بنظر تحسین دیکھا جاتا ہے بلکہ ان کی حمایت میں ہر پلیٹ فارم پر آواز بلند کی جاتی ہے اور آج تک کسی صاحب عقل و دانش نے یہ نہیں کہا کہ قید خانہ کی حالت جوں کی توں یا عقوبت خانہ کی سی ہونی چاہیے یا اسے انسانیت کی تذلیل کا مرکز ہونا چاہیے۔ چونکہ ہمارے معاشرے میں قید خانوں کی حالت انتہائی غیر تسلی بخش ہے اس لئے اس پس منظر میں زیر بحث حدیث سے یہ تاثر قطعاً نہیں لینا چاہیے کہ مسلمان کو از روئے شرع و دین یہاں شکستہ حال اور آزردہ خاطر رہنا چاہیے کیونکہ یہ تاثر ہمارے گردوپیش کے ماحول کا پیدا کردہ ہے جس کا ارشاد نبوی سے کوئی تعلق نہیں بلکہ قرآن و حدیث کی نصوص تو دیندار افراد کو دنیوی جدوجہد اور طلب معاش کی کاوشوں کی ضرورت کا بھی احساس دلاتی ہیں چنانچہ ارشاد خداوندی ہے کہ جب نماز مکمل کرلو تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کے رزق کو تلاش کرو(۲۵) اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے حلال معیشت کی سعی و طلب کو اللہ کے فریضہ عبادت کے بعد سب سے بڑا فریضہ قرار دیا ہے(۲۶) بلکہ آپ نے تو بعض گناہوں کا کفارہ بھی صرف طلب معیشت کی فکر اور جدوجہد میں منحصر قرار دیا ہے(۲۷)۔

فائدہ: سند میں "نا" اور "ثنا" حدثنا کے اور "انا" اخبرنا کے مخفف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں، امام مسلم کے ہاں "حدثنا" اس وقت استعمال ہوتا ہے جب استاد حدیث بیان کرے اور شاگرد سنے جبکہ "اخبرنا" اس صورت میں ذکر کیا جاتا ہے جب شاگرد کلمات حدیث ادا کرے اور استاد محو سماعت ہو۔

دنیا کی حقیقت

حدثنا عبد الله بن مسلمة بن قعنب نا سليمان يعني ابن بلال عن جعفر عن ابيه عن جابر بن عبد الله رضي الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر بالسوق داخلا من بعض العالية و الناس كنفته او كنفتيه فمر بجدي أسك ميت فتناوله فاخذ باذنه ثم قال ايكم يحب ان هذا له بدرهم فقالوا

Marfat.com

مانحب انه لنا بشئ و ما نصنع به قال تحبون انه لكم قالوا والله لوكان حيا كان عيبا فيه لانه اسک فکیف و هو میت فقال والله للدنيا اهون على الله من هذا عليكم.

حدثني محمد بن مثنى العنزی و ابراهيم بن محمد بن عرعرة السامي قالا نا عبد الوهاب يعنيان الثقفى عن جعفر عن ابيه عن جابر عن النبي صلى الله عليه وسلم بمثله غير ان فى حديث الثقفى فلو كان حيا كان هذا السكک به عيبا.

(جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عالیہ کی طرف سے داخل ہوتے ہوئے بازار سے گزرے (عالیہ وہ گاؤں جو مدینہ کے باہر بلندی پر واقع ہیں) اور لوگ آپ کے ایک طرف یا دونوں طرف تھے۔ آپ کا بکری کے چھوٹے کان والے مردہ بچے کے پاس سے گزر ہوا تو آپ نے اسے کان سے پکڑا پھر فرمایا تم میں سے کون ایک درہم میں اسے لیتا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم کسی چیز کے بدلے میں بھی اس کو لینا نہیں چاہتے اور ہم اس کو کیا کریں گے۔ آپ نے فرمایا تم چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے لوگوں نے کہا قسم خدا کی اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کہ کان اس کے بہت چھوٹے ہیں پھر مرے ہوئے کو کون لے گا، آپ نے فرمایا قسم خدا کی اللہ جل جلالہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے جتنا یہ تمہارے نزدیک ہے۔)

اس حدیث میں دنیا کی اللہ تعالی کی نظروں میں قدر و قیمت بتائی گئی ہے کہ جس طرح لوگ بکری کے مردار اور عیب دار بچے کو کسی قیمت لینا گوارا نہیں کرتے، اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالی کے ہاں دنیا بے وقعت ہے اور اسی طرح جن لوگوں کی تمام زندگی کا ماحصل اس دنیا کے فوائد سمیٹنا ہوتا ہے وہ بھی کوئی وزن نہیں رکھتے لہذا صاحب ایمان افراد کو اپنی نظر وسیع رکھتے ہوئے اپنی کاوشوں کی منزل اور نصب العین اس جہان کے علاوہ اگلا جہان بنانا چاہیئے، اس دنیا کی مثال درحقیقت منزل تک پہنچنے والے راستہ کی سی ہے لہذا راستہ کو راستہ ہی جاننا چاہیئے، اس کو منزل مقصود قرار دینا درحقیقت

Marfat.co

عاقبت نااندیشی اور حدیث کے نقطۂ نظر سے ایک مردہ اور ناکارہ چیز کو اپنی بیش قیمت عمر کے بدلے خریدنا ہے جو ہر لحاظ سے گھاٹے کا سودا ہے۔

اس حدیث سے انسانی زندگی کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ اگر اس کو صرف کرکے انسان محض دنیا کی محدود زندگی کو سنوارے گا تو گویا اس نے عمر بھر کی کمائی سے ایک عارضی چیز حاصل کی ہے۔ انسانی زندگی کی اہمیت کا تقاضہ تو یہ ہے کہ اس سے ایسی چیز خریدی اور حاصل کی جائے جو پائیدار اور بیش قیمت ہو اور وہ یہی ہے کہ اس دنیا میں انفرادی طور پر ایسی ذہن سازی اور اجتماعی طور پر ایسا معاشرہ قائم کیا جائے جس کی نظر میں یہ دنیا دار العمل ہو اور اس کی تگ و دو کی منزل آخرت کی فلاح کا حصول ہو(۲۸)

اس نوع کی احادیث کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے دلی وابستگی پیدا ہو کر مسلمانوں میں راہ خدا میں جاں نثار کرنے کا جذبہ مضمحل و معدوم ہو جائے، اس لئے کہ ایک مسلمان سب سے پہلے اس دنیا میں حق کے غلبے کے مشن کے لئے اللہ کا سپاہی ہے اور اس کے بعد اسکی دیگر حیثیات ہیں اور اس کے دل میں جذبات جہاد اسی وقت موجزن رہ سکتے ہیں جب وہ اس دنیا کو اپنا محور بنانے کی بجائے آخرت میں کامیاب اور ابدی زندگی کو اپنا مرکز بنائے۔ گویا جہاد کے قیام و اعلائے کلمۃ اللہ کے بقاء کی خاطر ازبس ضروری ہے کہ تمام افراد ملت یہ یقین رکھیں کہ ان کی زندگی اجتماعی نظام کی حیات کے ساتھ وابستہ ہے اور ان کے قویٰ عملی خود اپنے لئے نہیں ہیں بلکہ اسلامی معاشرہ کے استحکام کے لئے ہیں اور اسی لئے ان کی معاشی زندگی کے لئے بڑی حد تک سٹیٹ خود کفیل ہوتی ہے(۲۹) چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد حکومت میں جب مال کی فراوانی ہو گئی تو حکومتی کارکنوں، فوجیوں اور ان کے اہل و عیال اور دیگر متعلقین کے وظائف مقرر کرکے مسلمانوں پر مال جمع کرنے، کاشتکاری اور زمینداری کرنے پر پابندی عائد کی تاکہ تمام قوم سپاہی بن جائے اور اس طرح ہر وقت کوچ کے لئے تیار رہے کہ ان کو نہ کھیتی کا انتظار روک سکے اور نہ خوش عیشی اور عیش کوشی رکاوٹ بنے(۳۰)۔

اس حدیث میں دنیا کو ایک مردار جانور سے تشبیہ دی گئی ہے گویا دنیا کی حرص وہوس میں مبتلا افراد کی مثال مردار خور جانوروں کی سی ہے کہ ان کی طبیعیت میں خست اور کمینہ پن آجاتا ہے بلکہ ایک اور حدیث ."الدنیا جیفۃ و طالبہا کلاب" میں تو ایسے افراد کو کتوں سے تشبیہ دیکر اس جانب بھی اشارہ کی گیا ہے کہ جس طرح اس نوع کے جانوروں میں اپنے ہم جنسوں سے نفرت اور عداوت ہوتی ہے اور بڑے سے بڑے مردار جانور پر اپنی اجارہ داری کے لئے ایک دوسرے کو بھونکتے اور بھنبھوڑتے ہیں، یہی حالت دنیا کی طلب میں سر گرداں اور اس کے وقتی مفادات کو کل کائنات سمجھنے والے سرمایہ پرستوں کی ہوتی ہے کہ وہ مبنی برانصاف تقسیم مال کی بجائے برادر کشی کے جذبات سے مغلوب ہو کر اپنی بالادستی بلکہ اجارہ داری قائم کرنے کے لئے جائز و ناجائز حربے استعمال کرنے کو اپنا حق تصور کرتے ہیں۔

فائدہ: امام مسلم نے سلیمان کے والد کا نام "یعنی ابن بلال "کہہ کر ذکر کیا ہے گویا یہ نام انہوں نے اپنے استاذ عبد اللہ بن مسلمہ بن قعنب سے بغیر والد کے نام کے سنا تھا، نیز عبد الوہاب کے بعد "ثقفی" کا ذکر "یعنیان" سے کیا گویا یہ نسبت انہوں نے اپنے اساتذہ سے نہیں سنی، علاوہ ازیں جعفر سے روایت کرنے والے دو حضرات ہیں اور عبد الوہاب ثقفی کی روایت میں اس جملہ کا اضافہ بھی ہے "فلو کان حیا کان ھذا السکک بہ عیبا" اگر یہ (بکری کا بچہ) زندہ ہوتا تو یہ چھوٹے کان عیب ہوتے)

تکاثر کا مفہوم

حدثنا هداب بن خالد نا همام نا قتادة عن مطرف عن ابيه قال اتيت النبي، صلى الله عليه و سلم و هو يقرأ الهاكم التكاثر قال يقول ابن ادم مالي مالي قال و هل لک یابن آدم من مالک الا ما اکلت فافنیت او لبست فابلیت او تصدقت فامضیت

(مطرف کے والد سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا

آپ "الہاکم التکاثر" پڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا آدمی کہتا ہے میرا مال میرا مال اور اے آدمی تیرا مال کیا ہے تیرا مال وہی ہے جو تو نے کھایا اور فنا کیا یا پہنا اور پرانا کیا یا صدقہ دیا اور رخصت کر دیا۔)

حدثنا محمد بن مثنی و ابن بشار قالا نا محمد بن جعفر نا شعبة و قالا جميعا نا ابن ابی عدی عن سعيد ح و حدثنا ابن مثنی نا معاذ بن هشام نا ابی کلهم عن قتادة عن مطرف عن ابيه قال انتهيت الى النبی صلى الله عليه وسلم فذكر بمثل حديث همام.

حدثنا سويد بن سعيد حدثنی حفص بن ميسرة عن العلاء عن ابيه عن ابی هريرة رضی الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يقول العبد مالی مالی ان ماله من ماله ثلاث ما اكل فافنی او لبس فابلی او اعطى فاقتنى و ماسوى ذلك فهو ذاهب و تاركه للناس.

حدثنيه ابوبكر بن اسحاق قال نا ابن ابی مريم قال اخبرنی محمد بن جعفر قال اخبرنی العلاء بن عبد الرحمن بهذا الاسناد مثله

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال حالانکہ اس کا مال تین چیزیں ہیں جو کھایا اور فنا کیا اور جو پہنا اور پرانا کیا اور جو خدا کی راہ میں دیا اور جمع کیا اس کے سوا وہ جانے والا اور لوگوں کے لیے چھوڑنے والا ہے۔)

مطرف کی حدیث میں قرآن حکیم کی ایک سورت (التکاثر) کے مفہوم کی وضاحت کی گئی ہے کہ جب کسی معاشرے میں مال کی تکاثر پیدا ہو جاتی ہے تو وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے اس میں عاقبت اندیشی اور انجام بینی کی صلاحیت معدوم ہو جاتی ہے اس کا نتیجہ دنیا و آخرت کی صورت میں برآمد ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے معاشرہ ہلاکت میں ... کے

کنارے جا پہنچتا ہے۔

تکاثر کا مفہوم اس حدیث میں یوں متعین کیا گیا ہے کہ صاحب مال وزر اپنے مال کے بارے میں یہی یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ اس کے تصرف میں ہے وہ اسی کا ہے، خواہ وہ بینک بیلنس کی شکل میں ہو، خواہ زمینوں کی صورت میں اسے جاگیردار بنائے ہوئے ہو یا صنعتوں کی ملکیت کے حوالے سے اسے صنعتکار اور سرمایہ دار بنائے ہوئے ہو تو گویا جس شخص یا گروہ کے پاس دولت اور سرمایہ ہوتا ہے وہ نہ صرف اسے اپنی ملکیت گردانتا ہے بلکہ اس میں اضافہ کے لئے ہمہ قسم کے حربے بھی بروئے کار لاتا ہے اور پھر حد سے زیادہ ہوس اسے جامۂ انسانیت سے باہر لے آتی ہے حتی کہ اس کا ہدف یہ قرار پاتا ہے کہ نہ صرف اس کا کوئی ہمسر باقی نہ رہے بلکہ دوسروں کے پاس موجود وسائل بھی اس کے تصرف میں آجائیں اور یوں مرض تکاثر اپنے ہم جنسوں کے استحصال کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

امام شاہ ولی اللہ دہلوی گزشتہ اور اپنے دور کے حکمرانوں اور بالادست طبقات کا ذکر کرتے ہوئے مرض تکاثر کی علامات کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں کہ جب دنیوی تعیش کو ایسے افراد نے اپنی زندگی بنالیا اور آخرت تک کو بھلا بیٹھے اور ان پر شیطنت غالب آگئی تو اب ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ وہ عیش پسندی میں منہمک ہوجائیں چنانچہ ان میں سے ہر شخص داد عیش دینے لگ گیا اور اس پر اترانے لگا۔۔۔۔۔۔۔ حتی کہ ان امراء اور سرمایہ داروں کا یہ حال ہوگیا کہ جس کسی کے پاس ایک لاکھ درہم سے کم مالیت کا کمربند یا ٹوپی ہوتی تھی اسے بخیلی کا عار دلایا جاتا تھا، ایسے ہی انہوں نے عالی شان سربفلک محل، فوارے، حمام، بے نظیر پائیں باغ، سواری کے نمائشی جانور، خوبصورت غلام اور حسین باندیاں اپنی زندگی کے لئے لازم قرار دے لیں اور زندگی کی ضرورت اصلی اسے سمجھ لیا کہ صبح و شام عیش و نشاط کی محفلیں ہوں جن میں طرح طرح کے کھانے وسیع دسترخوانوں پر چنے ہوں اور خود لباس فاخرہ پہنے ہوں۔۔۔۔۔۔ پھر یہ مصیبت صرف بادشاہوں اور امیر طبقات ہی میں منحصر نہیں رہ جاتی بلکہ رفتہ رفتہ عوام جن کا واسطہ ان لوگوں سے پڑتا ہے اپنے امیر آقاؤں کی ریس میں لگ جاتے ہیں۔

Marfat.com

ورنہ انہیں ان آقاؤں کی نگاہوں میں عزت و احترام نصیب نہیں ہوتا اور نہ ان کے درباروں میں قدر ہوتی ہے (۳۱)۔

ایک جانب مال و زر جمع کرنے کی ہوس تکاثر کی منزل تک پہنچا دیتی ہے جبکہ دوسری طرف مطرف اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی احادیث کی روشنی میں حقیقت یہ ہے کہ انسان واقعتاً جس چیز کو اپنا مال قرار دے سکتا ہے وہ صرف تین نوعیت کی ہیں ایک وہ جو خوراک کی صورت میں انسان نے اپنے جسم کا حصہ بنالیا۔ اس ضمن میں وہ اخراجات بھی داخل ہیں جو مرض سے بچاؤ اور صحت کی حفاظت کے لیے کیے جاتے ہیں، دوسری نوعیت یہ ہے کہ وہ مال جو انسان اپنے لباس کی صورت میں استعمال کرکے اسے بوسیدہ کردے، اسی ذیل میں وہ اخراجات بھی شامل ہیں جو انسان اپنے آپ کو لباس تعلیم سے آراستہ کرنے کیلئے کرتا ہے، اور تیسرا مال وہ ہے کہ انسان راہِ خدا میں خرچ کرکے اگلے جہاں یعنی آخرت کے سنوارنے کے لیے بھیج دے۔ اس سلسلے میں وہ اخراجات بھی آجاتے ہیں جو انسان اپنے اہل خانہ کی بنیادی ضروریات پوری کرنے کیلئے کرتا ہے نہ صرف یہ بلکہ انسانی فلاح و بہبود کا ہر وہ کام جس میں پیش نظر رضائے خداوندی اور خدمت انسانیت ہو، اسی ذیل میں آجاتا ہے، گویا انسان کے پاس موجود مال میں سے درحقیقت اس کا مال وہی کہلائے گا جو اس کی ذاتی و خانگی ضروریات میں صرف ہوجائے یا انسانی فلاح و بہبود میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی خاطر خرچ ہوجائے اور یوں انسان کی آخرت کے لیے ذخیرہ ہو کر اس کے کام آئے کہ وہاں سوائے ان نیک اعمال کے کوئی چیز فائدہ نہیں پہنچا سکے گی جو اس نے اس دنیا میں انجام دیے ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں مندرجہ بالا مضمون کے علاوہ اس کا بھی اضافہ ہے کہ مندرجہ بالا تین صورتوں کے علاوہ انسان کے پاس موجود مال و دولت درحقیقت اس کا نہیں بلکہ وہ انجام کار دوسرے افراد کا ہے کہ انسان ہر طرف سے اور ہر حربے سے مال سمیٹتے سمیٹتے حسرت و یاس کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے اور اس کا جمع کردہ مال و زر ترکہ قرار پاتا ہے اور یوں اس کے ورثاء میں تقسیم ہوکر

ان کے کام آتا ہے اور بسااوقات اہل سرمایہ کی بے اعتدالیاں ان کی زندگی میں ہی رنگ لاتی ہیں کہ وسائل سے محروم طبقات منظم ہو کر بغاوت پر اتر آتے ہیں اور ان کے ہاتھوں سے دولت لے لیتے ہیں اور یوں وہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنی دولت دوسروں کے ہاتھوں میں جاتا دیکھتے ہیں حتی کہ مزاحمت کی صورت میں جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

الغرض یہ احادیث انسان کے زیر تصرف مال کی حقیقی نوعیت کو واضح کر رہی ہیں تاکہ وہ حرص و ہوس کی عینک سے دنیا کو دیکھنے کی بجائے حقیقت شناس بنے اور اس صورت میں جو معاشرہ وجود میں آئے گا اس میں طبقاتی کشمکش کی بجائے انسانی ہمدردی اور اخوت فروغ پائے گی، گویا احادیث زہد کا ایک مقصد انسان کو حقیقت شناسی کی جانب متوجہ کرنا بھی ہے۔

فائدہ: مطرف کی روایت کے دو طریق ہیں ہمام کے طریق میں لفظ "اتیت" ہے کہ "میں آیا" جبکہ شعبہ، سعید اور ہشام کے طریق میں لفظ "انتھیت" ہے کہ "میں پہنچا" یہ امام مسلم کی غایت احتیاط ہے کہ مفہوم یکساں ہونے کے باوجود راویوں کے الفاظ کو علیحدہ علیحدہ محفوظ کر لیتے ہیں۔

کردار کی اہمیت

حدثنا یحیی بن یحیی و زهیر بن حرب کلاهما عن ابن عیینة قال یحیی نا سفیان بن عیینة عن عبدالله بن ابی بکر قال سمعت انس ابن مالک رضی اللہ تعالی عنه یقول قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یتبع المیت ثلاثة فیرجع اثنان و یبقی واحد یتبعه اهله و ماله و عمله فیرجع اهله و ماله و یبقی عمله.

(انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مرنے والے کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں پھر دو لوٹ آتی ہیں اور ایک اس

۳۶۲۷۸

Marfat.co

کے ساتھ رہ جاتی ہے اس کے گھر والے اور مال اور عمل جاتے ہیں تو گھر والے اور مال تو لوٹ آتے ہیں اور عمل اس کے ساتھ رہ جاتا ہے۔)

اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ عموماً انسان اپنی عزت و وقار کا باعث اپنے خاندان کو سمجھتا ہے اور یہی سبب ہے کہ انسان کو اپنی اولاد اور خاندان پر فخر ہوتا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے خاندانی اور نسلی گروہ کے بل بوتے پر اپنے آپ کو قانون فطرت سے بالاتر بھی سمجھنے لگتا ہے اور یوں اس کا رویہ اور عمل دیگر نسلی گروہوں کے ساتھ سرپھٹول کا پیش خیمہ بن جاتا ہے، ماضی قریب میں ہٹلر کا کردار اس کی ایک واضح مثال ہے، علاوہ ازیں انسان اپنے آپ کو مال اور سرمایہ کی بدولت بھی طاقتور سمجھنے لگتا ہے اور فاسد معاشروں میں ایسے افراد کو اہمیت بھی حاصل ہوتی ہے جو وسائل پر قابض ہوتے ہیں جبکہ وسائل سے محروم افراد کو چنداں اہمیت حاصل نہیں ہوتی گویا دنیا کے اندر جب خالص مادی حوالوں سے انسان کو جانچا جاتا ہے تو انہی دو اسباب کی وجہ سے اسے معزز تصور کیا جاتا ہے، اور کوتاہ بین شخص بھی خاندانی و نسلی یا مالی برتری کے سبب اپنے آپ کو معاشرے کا ناخدا سمجھتا ہے۔

لیکن جب انسان موت کے سفر سے گزر کر اس دنیا سے آخرت کی طرف جاتا ہے تو اس کے ہمراہ تین چیزیں ہوتی ہیں، ایک وہ خاندان جس کی وجہ سے وہ آپ کو دنیا میں بالاتر تصور کرتا تھا، دوسرا وہ مال و دولت جس کی وجہ سے وہ معزز خیال کیا جاتا تھا، اور تیسرا وہ عمل جو اس نے اس دنیا میں انجام دیا اور وہ کردار جو اس نے ادا کیا لیکن خاندان کے افراد اسے حوالہ قبر کر کے واپس آجاتے ہیں اور اسی طرح مال و دولت ورثاء میں تقسیم ہو کر اس سے منہ موڑ لیتا ہے اور یوں ضرورت کے وقت یہ دو چیزیں دغا دے جاتی ہیں حالانکہ عاقبت نااندیش انسان کی زندگی اپنے خاندان کا حلقہ اثر بڑھانے اور دولت، ثروت اکٹھی کرتے گزرتی ہے جبکہ اس کے ساتھ رہنے والا اس کا اپنا عمل و کردار ہوتا ہے، اگر اس نے اس دنیا ایسے اعمال انجام دیے جن سے مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور انسانیت کی خدمت ہو تو یہ عمل اسکو اگلے جہاں میں سہارا دے گا اور اسے وہاں کی مشکلات میں سرخرو کرے گا اور اگر اس کا کردار اس نوعیت کا ہو اس سے ان

Marfat.com

تعالیٰ کی نافرمانی اور عوام الناس کے انفرادی و اجتماعی حقوق پامال ہوئے ہوں تو یہ عمل اس کو اس کے منطقی انجام تک لے جائے گا۔

غرضیکہ اس حدیث سے عمل کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ کہ یہی کامیابی اور ناکامی کی کسوٹی ہے جو انسان کے ہمراہ موت کے بعد بھی رہتی ہے جبکہ خاندان اور مال و دولت ناقابل اعتبار ہمراہی ہیں کہ انسان کا مشکل وقت میں ساتھ چھوڑ دیتے ہیں نہ صرف یہ بلکہ اسکی ہلاکت کا بھی ذریعہ بنتے ہیں یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم میں بنی اسرائیل کے زوال میں نسلی غرور و تفاخر اور سرمایہ اندوزی اہم اسباب شمار کئے گئے ہیں (۳۲)

غیر صحتمند مسابقت

حدثنی حرملة بن یحیی بن عبدالله نا ابن وهب اخبرنی یونس عن ابن شهاب عن عروة بن الزبیر ان المسور بن مخرمة اخبره ان عمرو بن عوف رضی الله عنه و هو حلیف بنی عامر بن لوی و کان شهد بدرا مع رسول الله صلی الله علیه و سلم اخبره ان رسول الله صلی الله علیه و سلم بعث اباعبیدة بن الجراح رضی الله عنه الی البحرین یاتی بجزیتها و کان رسول الله صلی الله علیه و سلم هو صالح اهل البحرین و امر علیهم العلاء الحضرمی رضی الله عنه فقدم ابوعبیدة بمال من البحرین فسمعت الانصار بقدوم ابی عبیدة فوافوا صلوة الفجر مع رسول الله صلی الله علیه و سلم فلما صلی رسول الله صلی الله علیه و سلم انصرف فتعرضوا له فتبسم رسول الله صلی الله علیه و سلم حین راهم ثم قال اظنکم سمعتم ان اباعبیدة قدم بشیٔ من البحرین فقالوا اجل یا رسول

Marfat.co

اللہ قال فابشروا و املوا ماسرکم فواللہ ماالفقر اخشی علیکم و لکنی اخشی علیکم ان تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم فتنا فسوھا کما تنافسوھا و تھلککم کما اھلکتھم

(عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جو جنگ بدر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو بحرین کی طرف وہاں کا جزیہ لانے کیلئے بھیجا دراں حالیکہ آپ نے بحرین والوں سے صلح کرلی تھی اور انپر علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو حاکم مقرر کیا تھا چنانچہ ابوعبیدہ بحرین سے مال لے کر آئے یہ خبر انصار کو پہنچی انہوں نے فجر کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ پڑھی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو انصار آپ کے سامنے آئے آپ نے ان کو دیکھ کر تبسم فرمایا پھر فرمایا میں سمجھتا ہوں تم سن چکے ہو کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ مال لے کر آئے ہیں (اور تم اسی خیال سے آج جمع ہوئے کہ مال تقسیم ہوگا) انہوں نے کہا بیشک یارسول اللہ آپ نے فرمایا خوش خبری ہو اور اس بات کی امید رکھو جس سے تم خوشی محسوس کروگے تو قسم خدا کی فقر کا مجھے تم پر ڈر نہیں لیکن مجھے اس کا اندیشہ ہے کہ کہیں دنیا تم پر اس طرح کشادہ ہوجائے جیسے تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہوئی تھی پھر ایک دوسرے سے (منفی) مسابقت کرنے لگو جیسے اگلے لوگوں نے مسابقت کی تھی اور (دنیا) تم کو اس طرح ہلاک کردے جیسے ان کو ہلاک کیا تھا۔)

حدثنا الحسن الحلوانی و عبد بن حمید جمیعا عن یعقوب بن ابراھیم بن سعد نا ابی عن صالح ح و حدثنا عبد اللہ بن عبدالرحمن الدارمی نا ابوالیمان نا شعیب کلاھما عن الزھری باسناد یونس مثل حدیثہ غیر ان فی حدیث صالح و تلھیکم کما الھتھم

(دوسری روایت میں یہ جملہ ہے کہ (دنیا) تم کو اس طرح غافل کردے جیسے اگلے لوگوں کو غافل کردیا تھا۔)

دور رسالت میں اہل بحرین کے ساتھ مسلمانوں کی جو صلح ہوئی تھی، اس میں طے پایا تھا کہ وہ ایک مقررہ رقم اسلامی حکومت کو بطور ٹیکس ادا کیا کریں گے، چنانچہ اسی صلح کے تحت آپ نے حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کا امیر مقرر کیا، اس ٹیکس کو حدیث عمرو بن عوف میں "جزیہ" کا نام دیا گیا ہے، اور یہ ٹیکس اس لئے وصول کیا جاتا ہے، کہ اس کے بدلے میں اسلامی حکومت اپنے غیر مسلم شہریوں کی جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرتی ہے، اور ان کو لازمی فوجی خدمت سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے تو اس طرح اسلامی مملکت کا ہر شہری اپنی مملکت کے دفاع کا ذمہ دار قرار پاتا ہے، مسلم شہری جسمانی طور پر اور غیر مسلم شہری مالی طور پر اس خدمت کو انجام دیتے ہیں، تاہم اگر بغیر جبر و اکراہ کے کوئی غیر مسلم شہری بھی اسلامی لشکر میں شامل ہو کر برضا و رغبت جنگ میں حصہ لے تو اس پر سے جزیہ معاف ہوجائے گا اور مال غنیمت میں سے بھی اس کو معقول عطیہ دیا جائے گا اور اگر حکومت مناسب سمجھے تو اپنی صوابدید پر اسکا بھی فوجی وظیفہ مقرر کرسکتی ہے چنانچہ ایسی صورت میں جزیہ اٹھالینے کی تصریح ان معاہدوں میں موجود ہے جو خلفاء راشدین کے زمانہ میں غیر مسلم شہریوں کے ساتھ کئے گئے ہیں (۳۳)

حدیث بالا میں اس واقعہ کا ذکر ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک مرتبہ اہل بحرین سے جزیہ وصول کرنے کیلئے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو جب وہ مال لیکر حاضر خدمت ہوئے تو انصاری صحابہ کو بھی ان کی آمد کا علم ہوگیا چنانچہ وہ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں ہونے والی نماز فجر میں کثیر تعداد میں شریک ہوئے یہ اس امر کا قرینہ ہے کہ اس سے قبل یہ حضرات اپنے محلوں کی مساجد میں نماز ادا کرتے تھے، جب آپ نماز سے فارغ ہو کر نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ صحابہ آپ کے سامنے آئے۔ آپ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور اپنا خیال ظاہر کیا کہ تم لوگ غالباً یہ جان گئے ہو کہ ابوعبیدہ بحرین سے کچھ لیکر آئے ہیں تو صحابہ نے اثبات میں جوابدیا، آپ

نے انہیں خوشخبری دی اور نیک توقعات رکھنے کی تلقین کی۔

اس واقعہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ معاشی ضروریات کی تکمیل کے لئے دولت کے حصول کی کوشش کوئی ناپسندیدہ امر نہیں ہے کہ صحابہ کرام جیسے امت مسلمہ کے بہترین افراد بھی بحرین سے آنے والے مال کی خبر سن کر نماز فجر میں پہنچ گئے اور ان کے اس عمل کو رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف پسندیدہ نظروں سے دیکھا بلکہ ان کی آمد کے سبب ان سے تصدیق بھی کرائی اور اس پر بجائے دنیا طلبی کی مذمت کرنے یا آپ کے ساتھ بظاہر دنیوی مقصد کے لئے نماز فجر ادا کرنے پر تنبیہ کرنے کے خوشخبری دی اور ان کی توقعات بر آنے کا ذکر کیا، اس سے اسلام کی نظر میں حصول معاش کی کوششوں کی اہمیت نیز رہبانیت یعنی دنیوی امور سے مکمل لاتعلقی کے رویہ کی نفی کا اظہار ہوتا ہے (۳۴)۔

تاہم رسول اکرم ﷺ نے اس معاشی تگ و دو کو ایک مناسب دائرہ میں رکھنے اور اکتناز و احتکار کی حد تک پہنچنے سے روکنے کے لئے واضح کیا کہ مجھے تمہارے بارے میں فقر و فاقہ کا اندیشہ نہیں کہ دین کے اجتماعی نظام کے بروئے کار لانے کی صورت میں اس کی گنجائش نہیں بلکہ اندیشہ یہ ہے کہ گزشتہ امتوں کی طرح تم بھی دنیا کی نعمتوں کی فراوانی کی صورت میں باہمی حرص و ہوس کے مقابلے میں گرفتار ہو کر تباہ و برباد نہ ہوجاؤ (۳۵) یعنی حصول معاش کی جدوجہد سے مقصود زراندوزی اور ارتکاز دولت نہیں ہونا چاہئے ورنہ اس کا نتیجہ اس دنیا میں بھی ہلاکت و بربادی ہے گزشتہ امتوں کے واقعات اور آئے روز کے انقلابات اس کے مظہر ہیں۔

غرضیکہ حدیث عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ معاشی جدوجہد کی تحسین اور سرمایہ پرستی سے ممانعت کا حسین امتزاج اور اسلام کے نظام عدل اور میزان اعتدال کا نمونہ ہے۔

فائدہ: اس حدیث کے دو طریق ہیں، یونس اور شعیب کے طریق میں ذکر ہے کہ "گزشتہ لوگوں کی طرح ہوس زر کا مقابلہ تمہیں ہلاکت کی راہ پر ڈال دیگا" جبکہ صالح کے طریق کے الفاظ کا مفہوم ہے کہ پہلوں کی مانند مال کی حرص تمہیں غفلت اور عاقبت

Marfat.com

ناانديشی میں مبتلا کردے گی" دونوں جملوں کا انجام کار گو ایک ہے لیکن امام مسلم نے احتیاط ملحوظ رکھتے ہوئے الفاظ کے اختلاف کو ذکر کیا ہے۔

معاشرتی زوال کے مدارج

حدثنا عمرو بن سواد العامری انا عبداللہ بن وھب اخبرنی عمرو بن الحارث ان بکر بن سوادۃ حدثہ ان یزید بن رباح ھو ابو فراس مولی عبد اللہ بن عمرو بن العاص حدثہ عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنھما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انہ قال اذا فتحت علیکم فارس و الروم ای قوم انتم قال عبد الرحمن بن عوف نقول کما امرنا اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او غیر ذلک تتنافسون ثم تتحاسدون ثم تتدابرون ثم تتباغضون او نحو ذلک ثم تنطلقون فی مساکین المھاجرین فتجعلون بعضھم علی رقاب بعض.

(عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالی عنھما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب فارس اور روم فتح ہوجائیں گے تو تم کیا ہوگے، (یعنی تمہاری حالت کیا ہوگی) عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا ہم وہی کہیں گے جو اللہ تعالی نے ہم کو حکم کیا (یعنی اس کا شکر کریں گے) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا اس کے علاوہ تو کچھ نہیں ہوگا کہ تم باہمی مقابلہ کروگے پھر (دوستوں سے) حسد کروگے پھر روگردانی کروگے پھر دشمنی کروگے یا ایسا ہی کچھ فرمایا پھر مسکین مہاجرین کے پاس جاؤ گے اور ایک کو دوسروں کا حاکم بناؤ گے (زبردستی مسلط کروگے)۔

اس حدیث میں مال کی فراوانی اور قانون و اخلاق کی گرفت کمزور ہونے کی

arfat.com

صورت میں آپ کی تشخیص اور پیش گوئی کا ذکر ہے کہ سب سے پہلے معاشرہ میں ایسے جذبات پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں کہ ہر شخص کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ مال و زر کی جانب اس کا ہی ہاتھ بڑھے اور دوسرے کی دخل اندازی اسے ناگوار گزرتی ہے پھر اگر ان جذبات کو لگام نہ دی جائے اور انسان کے جذبہ مسابقت کا رخ درست نہ کیا جائے تو پھر معاشرے میں حسد کا رویہ پرورش پانے لگتا ہے کہ جس شخص کے پاس نعمت موجود ہے، اس سے اس کی محرومی کی منفی تمنا اور آرزو شدت پکڑنے لگتی ہے تاکہ وہ چیز دوسرے کے دائرہ تصرف سے نکل کر اس کی آغوش میں آجائے (۳۶) اور جب حسد کا رویہ برگ و بار لانے لگتا ہے تو اس جذبہ کے حامل افراد ایک دوسرے سے لاتعلق اور کنی کترانے والے ہوجاتے ہیں یعنی باہمی محبت و مودت کی بجائے خود غرضی کے اثرات نمایاں ہونے لگتے ہیں اور پھر یہ سفر یہیں نہیں رکتا بلکہ بعد ازیں معاشرہ باہمی بغض و عناد کی آگ میں جلنے لگتا ہے اور بالآخر حاکم و محکوم طبقات میں تقسیم ہوجاتا ہے۔ (۳۷) اور یوں پھر وہ اپنے منطقی انجام تک جا پہنچتا ہے، گویا کسی معاشرہ کا تباہی کی جانب تدریجی سفر مختلف مراحل سے ہوتا ہوا مکمل ہوتا ہے اور مسلم معاشروں میں زوال کا سفر بھی انہی مراحل سے ہوتا ہوا غلامی تک پہنچا ہے۔

احساسِ کمتری کا علاج

حدثنا یحیی بن یحی و قتیبة بن سعید قال قتیبة نا وقال یحیی انا المغیرة بن عبدالرحمن الحزامی عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا نظر احدکم الی من فضل علیه فی المال و الخلق فلینظر الی من هو اسفل منه ممن فضل علیه

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے [illegible]

جب تم میں سے کوئی ایسے شخص کو دیکھے جو اس سے مال اور شکل میں بہتر ہو تو اسے چاہیئے کہ وہ اپنے سے مال و شکل میں ان کم تر افراد پر غور کرے جن پر اسے فوقیت حاصل ہے)

و حدثنا محمد بن رافع نا عبد الرزاق نا معمر عن همام بن منبه عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالی عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم بمثل حدیث ابی الزناد سواء.

حدثنی زهیر بن حرب نا جریر ح و حدثنا ابو کریب نا ابومعاویة ح و حدثنا ابو بکر بن شیبه و اللفظ له نا ابومعاویة و وکیع عن الاعمش عن ابی صالح عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالی عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم انظروا الی من هو اسفل منکم و لاتنظروا الی من هو فوقکم فهو اجدر ان لاتزدروا نعمة اللّٰه قال ابومعاویة علیکم

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس شخص کو دیکھو جو تم سے کم ہے (مال اور دولت میں اور حسن و جمال میں) اور اس پر (حریصانہ) نظر مت رکھو جو تم سے زیادہ ہے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ کی (حاصل شدہ) نعمت کو اپنے اوپر حقیر نہ سمجھو گے)۔

ان احادیث میں منفی مسابقت اور غیر صحتمندانہ مقابلے سے معاشرے کو محفوظ رکھنے کا ایک کارگر علاج بتایا گیا ہے کہ جب انسان شکل و صورت یا مال و دولت کے حوالے سے اپنے آپ سے بہتر دیکھے تو اس پر اپنے دل میں احساس محرومی کو جگہ دینے یا حسد کے جذبات کو راہ دینے کی بجائے ان افراد کی جانب نظر ڈال لے جو نسبتاً اس سے مال و دولت اور شکل و صورت میں کمتر ہوں لیکن احساس برتری کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ احساس کمتری کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے۔ اس سے اس کے جذبات میں اعتدال اور رویوں میں توازن پیدا ہوگا اور یوں وہ احساس کمتری یا احساس برتری کی بجائے اپنے احساسات کو اعتدال پر رکھ سکے گا اور اس طرح اس پر جو انعامات

Marfat.co

خداوندی ہوں گے انہیں حقیر جاننے کی بجائے ان پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کا(۳۸)
تاہم کسی کو نیکی میں بڑھا ہوا دیکھ کر اس کی ریس کرنا ایک صحتمند رجحان ہے جس کی موجودگی میں معاشرہ زیادہ بہتر انداز میں ترقی کرتا ہے(۳۹)۔

مال و دولت میں بہتر و کمتر سے یہ اخذ کرنا قطعاً درست نہیں کہ اسلامی معاشرہ میں ایسا طبقاتی تفاوت ممکن ہے کہ ایک طرف وسائل کی ازحد فراوانی ہو اور دوسری جانب ان سے تہی دستی اور محرومی۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کے غیر فطری تفاوت کی سرے سے گنجائش نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک صحیح اسلامی معاشرے کے قیام اور ارتکاز دولت کے خاتمے کے بعد جو صحتمند فضا پیدا ہوتی ہے اس میں موجود فطری تفاوت کو کوئی شخص اپنا ذہنی روگ بنا کر حساسات کی دنیا میں خلل اور بے چینی پیدا کرنے کی بجائے اور دو حالات کا صحیح رخ سے مشاہدہ اور مثبت انداز سے تجزیہ کرے۔

گویا رزق میں تفاوت درجات کی مصلحت ایک خاص قسم کی آزمائش پر مبنی ہے یعنی اللہ تعالیٰ ایک جانب غنی کو صاحب ثروت بنا کر اس سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنی ثروت کو تنہا اپنی ملکیت نہ سمجھے بلکہ انفرادی ملکیت کے باوجود یہ یقین رکھے کہ وہ جس قدر زیادہ کمائے گا اسی قدر اس کی دولت پر اجتماعی حقوق زیادہ عائد ہوں گے یعنی وہ صرف اپنے لئے نہیں کماتا بلکہ جماعت (سوسائٹی) کے دوسرے افراد کے لئے بھی کماتا ہے(۴۰)

نیز یہ ذہن نشین رہے کہ درجات کا یہ تفاوت جماعت کے دوسرے افراد کو محروم المعیشت بنانے اور ذاتی اغراض کی خاطر معاشی دسترس سے الگ کرنے کے لئے نہیں ہے اور جو ایسا کرتا ہے وہ خدا کی نعمت (عطائے ثروت) کا باغی (منکر) ہے۔

کیونکہ یہاں دولت و سرمایہ کا مقصد زیادہ سے زیادہ نفع اندوزی نہیں ہے بلکہ انفرادی حاجات و ضروریات کے ساتھ ساتھ اجتماعی حاجات و ضروریات کی تکمیل ہے۔ دوسری جانب غیر مالدار سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ متمول افراد کی دولت کو دیکھ کر نہ حسد کرے نہ ساتھ ہی کفران اور ناشکر گزاری کا رویہ اختیار کرے اور نہ ہی نفس کو اس کی جلد سے بلکہ کمال قناعت قلب کے ساتھ اپنی مختصر فارغ البالی و خوشحالی پر قناعت کرے۔

Marfat.com

یا پھر عملی جدوجہد میں آگے بڑھ کر اپنی استعداد و صلاحیت کے مطابق ان تمام حقوق معیشت سے مستمتع ہو اور غنا و دولت حاصل کرے جن کو تمام مخلوق خدا کے لئے عام اور مساوی کردیا گیا ہے اور دوسرے افراد ملت کے حقوق اور ان کی ذمہ داریوں کو اپنے حاصل کردہ مال پر اسی طرح عائد کرے جس طرح حکومت الہیہ نے دوسرے ارباب دولت پر عائد کئے ہیں (۳۱)

فائدہ: چونکہ ابومعاویہ کے طریق میں "علیکم" کے لفظ کا اضافہ تھا، اس لئے امام مسلم نے اسکی وضاحت کردی جبکہ جریر اور وکیع سے یہ لفظ منقول نہیں ہے۔ نیز اس امر کی بھی نشاندہی کی ہے، روایت تو تین اساتذہ (زہیر، ابوکریب اور ابوبکر) سے مروی ہے لیکن الفاظ ابوبکر کے ہیں۔

نودولتیوں کا طرزِ عمل

حدثنا شیبان بن فروخ نا همام نا اسحاق بن عبداللّٰه بن ابی طلحة حدثنی عبد الرحمن بن ابی عمرة ان اباهریرة رضی اللّٰه تعالٰی عنه حدثه انه سمع النبی صلی اللّٰه علیه وسلم یقول ان ثلثة فی بنی اسرائیل ابرص و اقرع و اعمی فاراد اللّٰه ان یبتلیهم فبعث الیهم ملکا فاتی الابرص فقال ای شیٔ احب الیک قال لون حسن و جلد حسن و یذهب عنی الذی قد قذرنی الناس قال فمَسحه فذهب عنه قذره و اعطی لونا حسنا و جلدا حسنا قال فای المال احب الیک قال الابل او قال البقر شک اسحق الا ان الابرص او الاقرع قال احدهما الابل و قال الاخر البقر قال فاعطی ناقة عشراء فقال بارک اللّٰه لک فیها قال فاتی الاقرع فقال ای شیٔ احب الیک قال شعر حسن و یذهب عنی هذا الذی قد قذرنی الناس قال

فمسحه فذهب عنه قال و اعطی شعرا حسنا قال فای المال احب الیک قال البقر فاعطی بقرة حاملا قال بارک اللہ لک فیها قال فاتی الاعمی فقال ای شئ احب الیک قال ان یرد اللہ الی بصری فابصربه الناس قال فمسحه فرد اللہ الیه بصره قال فای المال احب الیک قال الغنم فاعطی شاة والدا فانتج هذان و ولد هذا فکان لهذا واد من الابل و لهذا واد من البقر و لهذا واد من الغنم قال ثم انه اتی الابرص فی صورته و هیئته فقال رجل مسکین قد انقطعت بی الحبال فی سفری فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک اسئلک بالذی اعطاک اللون الحسن و الجلد الحسن و المال بعیرا اتبلغ علیه فی سفری فقال الحقوق کثیرة فقال له کانی اعرفک الم تکن ابرص یقذرک الناس فقیرا فاعطاک اللہ فقال انما ورثت هذا المال کابرا عن کابر فقال ان کنت کاذبا فصیرک اللہ الی ماکنت قال و اتی الاقرع فی صورته فقال له مثل ما قال لهذا و رد علیه مثل ما رد علی هذا فقال ان کنت کاذبا فصیرک اللہ الی ماکنت قال و اتی الاعمی فی صورته و هیئته فقال رجل مسکین و ابن سبیل انقطعت بی الحبال فی سفری فلا بلاغ لی الیوم الا باللہ ثم بک اسالک بالذی رد علیک بصرک شاة اتبلغ بها فی سفری فقال قد کنت اعمی فرد اللہ الی بصری فخذ ما شئت و دع ماشئت فواللہ لااجهدک الیوم شیئا اخذته للہ۔فقال امسک مالک فانما ابتلیتم فقد رضی عنک و سخط علی صاحبیک۔

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے لوگوں میں تین آدمی تھے ایک کوڑھی سفید داغ والا دوسرا گنجا

Marfat.com

تیسرا اندھا خدا نے چاہا کہ ان کو آزمائے تو ان کے پاس فرشتہ بھیجا سو وہ سفید داغ والے کے پاس آیا پھر اس نے کہا کہ تجھ کو کون سی چیز بہت پیاری ہے اس نے کہا اچھا رنگ اور اچھی جلد اور مجھ سے یہ بیماری دور ہو جائے جس کے سبب لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں حضرت نے فرمایا کہ فرشتہ نے اس کو ہاتھ سے چھوا سو اس کی گھن دور ہو گئی اور اس کو اچھا رنگ اور اچھی جلد دی گئی۔ فرشتہ نے کہ کون سا مال تجھکو بہت پسند ہے اس نے کہا اونٹ یا گائے، اسحاق بن عبد اللہ (اس حدیث کے ایک راوی) کو شک پڑ گیا کہ اس نے اونٹ مانگا یا گائے تاہم سفید داغ والے یا گنجے میں سے ایک نے اونٹ کہا دوسرے نے گائے۔ سو اس کو دس مہینے کی گابھن اونٹنی دی پھر کہا خدائے تعالی تیرے واسطے اس میں برکت دے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا سو کہا کون سی چیز تجھ کو بہت پسند آتی ہے اس نے کہا اچھے بال اور یہ بیماری جاتی رہی جس کے سبب سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں پھر اس نے اس پر ہاتھ پھیرا سو اس کی بیماری دور ہو گئی اور اس کو اچھے بال ملے۔ فرشتہ نے کہا کہ کون سا مال تجھ کو بھاتا ہے۔ اس نے کہا کہ گائے سو اسکو گابھن گائے ملی، فرشتہ نے کہا کہ خدا تیرے مال میں برکت دے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا پھر فرشتہ اندھے کے پاس آیا سو کہا کہ تجھ کو کون سی چیز بہت پسند ہے اس نے کہا کہ اللہ تعالی میری آنکھ میں روشنی دے تاکہ میں اس کے سبب لوگوں کو دیکھوں حضرت ﷺ نے فرمایا پھر فرشتہ نے اس پر ہاتھ پھیرا سو اس کو خدا نے روشنی دی فرشتہ نے کہا کونسا مال تجھ کو پسند ہے اس نے کہا بھیڑ بکری تو اس کو گابھن بکری ملی، پھر اونٹنی اور گائے بیائی اور بکری نے بھی (بچے) جنے پھر ہوتے ہوتے سفید داغ والے کے جنگل بھر اونٹ ہو گئے اور گنجے کے جنگل بھر گائے بیل ہو گئے اور اندھے کے جنگل بھر بکریاں ہو گئیں حضرت ﷺ نے فرمایا ایک مدت کے بعد وہی فرشتہ سفید داغ والے کے پاس اسکی پہلی صورت اور شکل میں آیا۔ سو اس نے کہا کہ میں محتاج آدمی ہوں سفر میں

Marfat.co

میرے تمام اسباب کٹ گئے (یعنی تدبیریں جاتی رہیں اور مال اور اسباب نہ رہا) سو آج منزل پر پہنچنا مجھ کو ممکن نہیں بدوں خدا کی مدد کے پھر بدوں تیرے کرم کے میں تجھ سے اسی کے نام پر جس نے تجھ کو ستھرا رنگ اور ستھری جلد دی اور مال اونٹ (کی صورت میں) دیئے ایک اونٹ مانگتا ہوں جو میرے سفر میں کام آسکے، اس نے کہا لوگوں کے حق مجھ پر بہت ہیں (یعنی قرضدار ہوں یا گھر بار کے خرچ سے مال زیادہ نہیں جو تجھ کو دوں) پھر فرشتہ نے کہا یقیناً میں تجھ کو پہچانتا ہوں بھلا کیا تو محتاج کوڑھی نہ تھا کہ تجھ سے لوگ گھن کرتے تھے، پھر خدا نے اپنے فضل سے تجھ کو یہ مال دیا، اس نے جواب دیا کہ میں نے یہ تو مال اپنے باپ دادا سے پایا ہے جو کئی پشت سے بڑے آدمی تھے، فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر ڈالے جیسا تو تھا، حضرت ﷺ نے فرمایا پھر فرشتہ گنجے کے پاس آیا اسکی پہلی صورت اور شکل میں پھر اس سے کہا جیسا سفید داغ والے سے کہا تھا اس نے بھی وہی جواب دیا جو سفید داغ والے نے دیا تھا۔ فرشتہ نے کہا اگر تو جھوٹا ہو تو خدا تجھ کو ویسا ہی کر ڈالے جیسا تو تھا۔ حضرت ﷺ نے فرمایا اور فرشتہ اندھے کے پاس گیا اسکی پہلی صورت اور شکل میں پھر فرشتہ نے کہا کہ میں محتاج آدمی اور مسافر ہوں میرے سفر میں سب وسیلے اور تدبیریں کٹ گئیں سو مجھ کو آج منزل پر پہنچنا بغیر اللہ کی مدد اور تیرے کرم کے مشکل ہے سو میں تجھ سے اس خدا کے نام پر جس نے تجھ کو آنکھ دی ایک بکری مانگتا ہوں کہ میرے سفر میں وہ کام آسکے، اس نے کہا بیشک میں اندھا تھا خدا نے مجھ کو بصارت دی لہذا لے جاؤ ان بکریوں میں سے جتنا تمہارا جی چاہے اور چھوڑ جاؤ بکریوں میں سے جتنا تمہارا جی چاہے قسم خدا کی آج جو چیز تم خدا کی راہ میں لو گے میں تم کو مشکل میں نہیں ڈالوں گا (یعنی تیرا ہاتھ نہ پکڑوں گا) سو فرشتہ نے کہا اپنا مال رہنے دو تم تینوں آدمی صرف آزمائے گئے تھے سو تم سے تو البتہ خدا راضی ہوا اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناخوش ہوا۔)

اس طویل حدیث میں ایسے تین افراد کا ذکر ہے جو سماجی اور معاشی لحاظ سے پسماندہ اور بے وقعت تھے کہ وہ اپنے اپنے امراض و اعذار کے سبب معاشرتی معمولات میں عمل دخل کے لائق نہیں سمجھے جاتے تھے اور لوگ ان سے گھن کیا کرتے تھے گویا اچھوتوں جیسا سلوک ان سے برتا جاتا تھا اور ساتھ ہی معاشی طور پر قلاش اور تہی دست تھے پھر اللہ تعالی نے ان پر انعام کیا کہ ان کے ان اعذار کو دور کیا اور معاشرے میں بیٹھنے کے لائق بنایا پھر ان کی معاشی حالت سدھاری اور بے شمار جانوروں کا مالک بنایا لیکن ان میں سے دو نے بجائے اپنی سابقہ حالت سے عبرت حاصل کرنے اور موجودہ حالت پر شکر ادا کرنے کے یہ ڈینگیں مارنا شروع کردیں کہ یہ سب کچھ ان کی آبائی میراث ہے اور اس میں سے مستحق افراد کو کچھ فراہم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں کہ اپنے اور اپنے خاندان کے حقوق کی ادائیگی مشکل ہوتی ہے اور یہ درحقیقت تنگ ظرف اور شیخی باز افراد کی نفسیات رہی ہے کہ ان کو ان کے ظرف سے بڑھ کر مل جائے تو وہ اسے ہضم نہیں کرپاتے اور ان کا کمینہ پن کسی طور پر ظاہر ہو ہی جاتا ہے بالاخر دونوں اشخاص کا رویہ اللہ تعالی کو پسند نہیں آیا اور نہ ہی ایک مستحق صورت شخص کے بنیادی تقاضے کو بیجا انداز سے مسترد کرنا کوئی ایسا فعل تھا جس پر خاموش رہا جاتا، چنانچہ ان کے اس گھمنڈ اور فخر و غرور کا یہ انجام ہوا کہ وہ اسی پرانی حالت پر لوٹا دیئے گئے جس پر وہ پہلے تھے، جبکہ ان میں سے ایک شخص نے حقیقت شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنی موجودہ حالت پر خدا کا شکریہ ادا کیا اور ایک مسافر کے سوال پر بجائے کسی لیت و لعل کے اسے یہ کھلی پیش کش کردی کہ وہ جو چاہے اس کے مال سے لے سکتا ہے اور اس سلسلے میں وہ کسی مزاحمت کا ارادہ نہیں رکھتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ باعتبار اصل ضرورت سے زائد مال سے اوروں کے حقوق متعلق ہورہے ہیں اور اس کی اپنی کوئی بنیادی غرض اس سے متعلق نہیں (۴۲) اور یہ کہ جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور ہوگا (۴۳) چنانچہ اس کا یہی طرز عمل اس کی بہتر حالت کے بقاء کا سبب بنا۔

غرضیکہ اس حدیث میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو ماضی کی غربت سے نکل کر کشادہ دست ہوجاتے ہیں انہیں اپنے آپ سے باہر نہیں ہونا چاہئے جیسا کہ

نودولتیوں کا طرز عمل ہوتا ہے بلکہ انہیں اپنے ماضی پر نظر رکھتے ہوئے تہی دست و پریشان حال افراد کے ساتھ حقارت آمیز سلوک سے گریز کرنا چاہیے ورنہ معکوس عمل کے نتیجہ میں جب حالات تبدیل ہو جاتے ہیں تو پھر حسرت و پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

خاموش زندگی

حدثنا اسحاق بن ابراهيم و عباس بن عبدالعظيم و اللفظ لاسحاق قال عباس نا و قال اسحاق انا ابوبكر الحنفى نا بكير بن مسمار حدثنى عامر بن سعد قال كان سعد بن ابى وقاص رضى الله عنه فى ابله فجاء ه ابنه عمر فلما راه سعد قال اعوذ بالله من شر هذا الراكب فنزل فقال له انزلت فى ابلك و غنمك و تركت الناس يتنازعون الملك بينهم فضرب سعد فى صدره فقال اسكت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان الله يحب العبد التقى الغنى الخفى.

(عامر بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے سعد بن ابی وقاص اپنے اونٹوں میں (مصروف) تھے اتنے میں ان کا بیٹا عمر آیا جب سعد نے اس کو دیکھا تو کہا پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کی اس سوار کے شر سے پھر وہ آیا اور بولا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں میں اترے ہوئے ہیں (مقیم ہیں) اور لوگوں کو سلطنت کے لیے جھگڑتا چھوڑ دیا ہے سعد نے اس کے سینہ پر (ہاتھ) مارا اور کہا خاموش رہو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے اللہ دوست رکھتا ہے اس بندہ کو جو پرہیزگار مستغنی اور گوشہ نشین ہے۔)

جب ۲۶ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ سوم حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے امارت سے سبکدوش کیا تو انہوں نے

Marfat.com

ملکی سیاست سے یکسر قطع تعلق کر لیا اور مدینہ منورہ سے دس میل کے فاصلے پر مقام عقیق میں گوشہ نشیں ہوگئے اور اپنی وفات تک تیس یا پینتیس سال نہایت خاموشی سے گزارے، اس دوران عالم اسلام میں بڑے بڑے اتار چڑھاؤ اور فساد و فتن برپا ہوئے لیکن حضرت سعد ان سب سے کنارہ کش رہے، اگر کسی وقت گوشۂ عزلت سے باہر تشریف لائے بھی تو اس کا مقصد محض پند و نصیحت اور لوگوں کو فتنہ و فساد سے روکنا تھا(۴۴) عقیق میں انہوں نے معاشی خود کفالت کیلئے اونٹ اور بکریاں چرانے سے بھی گریز نہیں کیا، ایک دفعہ وہ جنگل میں اپنے جانوروں کے ساتھ تھے کہ ان کا بیٹا عمر بن سعد آیا تو وہ پہلے ہی بھانپ گئے کہ اس کے آنے کا مقصد میری موجودہ زندگی میں ہلچل پیدا کرنا ہے چنانچہ پہلے ہی پناہ کے کلمات کہئے چنانچہ عمر بن سعد نے حسب توقع کہا "اباجان آپ جنگل میں اونٹوں اور بکریوں میں زندگی گزار رہے ہیں اور لوگ حکومت و سلطنت کے معاملات میں باہمی نزاع میں مصروف ہیں" یعنی آپ کو بھی اس سلسلے میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیئے، حضرت سعد نے یہ سنتے ہی اسکی چھاتی پر ہاتھ مار کر کہا "خاموش" پھر کہا تم چاہتے ہو کہ میں فتنہ کا سر گروہ بنوں؟ خدا کی قسم ایسا نہیں ہوسکتا جب تک کہ مجھے ایسی تلوار نہ مل جائے جو مسلمان کو مارتے وقت ہٹ جائے اور کافر کو مارتے وقت لگ جائے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ اللہ تعالی ایسے بندے کو پسند کرتا ہے جو پرہیز گار ہو اور جس کے مزاج میں استغنا ہو یعنی حرص اور لالچ سے دور ہو اور اسے نمایاں ہونے کی خواہش اور طلب نہ ہو(۴۵) (یہ مفہوم اس وقت ہے جب غنا سے مقصود طبیعت کا استغنا ہو اور "خفی" خا کے ساتھ ہو اور اگر غنا سے مالداری ہو اور "حفی" حا کے ساتھ ہو تو معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالی ایسے بندے کو پسند کرتا ہے جو پرہیز گار ہو اور مالدار ہو اور اس مال کو صلۂ رحمی میں خرچ کرنے والا ہو)(۴۶)۔

حضرت سعدؓ ان صحابہ میں سے تھے جو مسلمانوں کی باہمی آویزش سے کنارہ کش رہے گویا ایسے وقت جب مسلمانوں کے ایسے دو فریقوں کے درمیان اجتہادی رائے کی بنیاد پر محاذ آرائی ہو اور حق و باطل کے حوالہ سے تمیز ناممکن ہو تو اس موقعہ پر گوشہ نشینی کی گنجائش ہے بشرطیکہ نظام عدل کی بنیادیں مستحکم ہوں۔

غلبۂ دین کے لئے جماعت صحابہؓ کی جفاکشی

حدثنا یحیی بن حبیب الحارثی نا المعتمر قال سمعت اسماعیل عن قیس عن سعد ح و حدثنا محمد بن عبداللّٰہ بن نمیر نا ابی و ابن بشر قالا نا اسماعیل عن قیس قال سمعت سعد بن ابی وقاص رضی اللّٰہ عنه یقول و اللّٰہ انی لاول رجل من العرب رمی بسهم فی سبیل اللّٰہ و لقد کنا نغزو مع رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم مالنا طعام ناکله الا ورق الحبلة و هذا السمر حتی ان احدنا لیضع کما تضع الشاة ثم اصبحت بنو اسد تعزرنی علی الدین لقد خبت اذا وضل عملی و لم یقل ابن نمیر اذا

(سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے تھے قسم خدا کی میں عربوں میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے خدا کی راہ میں تیر چلایا اور ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنگ کیا کرتے تھے اور ہمارے پاس کھانے کو کچھ نہ ہوتا سوائے حبلے اور سمر کے پتوں کے (یہ دونوں کیکر نما جنگلی درخت ہیں) یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی ایسا پاخانہ پھرتا جیسے بکری پھرتی ہے پھر آج بنو اسد کے لوگ (یعنی زبیر کی اولاد) مجھ کو دین کی باتیں سکھلانا چاہتے ہیں (یا دین کے لیے تنبیہ کرتے ہیں یا سزا دینا چاہتے ہیں) ایسا ہو تو میں بالکل خسارے میں رہا اور محنت ضائع ہو گئی۔)

حدثناه یحیی انا وکیع عن اسمعیل بن ابی خالد بهذا الاسناد و قال ان کان احدنا لیضع کما تضع العنز ما یخلطه بشیٔ

(دوسری روایت میں یہ ہے کہ یہاں تک کہ ہم میں سے کوئی پاخانہ پھرتا جیسے بکری پھرتی ہے اس میں کچھ نہ ملا ہوتا (یعنی خالص پتے ہوتے)

۲۱ھ میں جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے امیر کوفہ کی حیثیت سے فارس کو فوج روانہ کی تو کچھ لوگوں نے اہل فارس کے خلاف جہاد کا آغاز کرتے ہوئے [illegible]

Marfat.com

میگوئیاں شروع کردیں، حضرت سعد کو جب صورتحال کا علم ہوا تو ان لوگوں کے بارے میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ سے شکایت کی، اس پر یہ لوگ حضرت سعد کے سخت مخالف ہوگئے اور جراح بن سنان کی قیادت میں ایک وفد ترتیب دیکر مدینہ منورہ پہنچے اور بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کر یہ شکایت پیش کہ سعد صحیح طریقے سے نماز نہیں پڑھاتے، شکایت کنندگان میں بنواسد قبیلہ کے لوگ پیش پیش تھے، حضرت عمر فاروق نے حقائق جاننے کے لئے حضرت محمد بن مسلمہ کو کوفہ بھیجا، انہوں نے وہاں کی ہر ایک مسجد میں جاکر اس بارے میں لوگوں سے تحقیقات کی تو الزام لگانے والی جماعت کے سوا تمام افراد نے حضرت سعد پر عائد الزام کو بے بنیاد قرار دیا اور کہا کہ ہم نے سعد میں بھلائی کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ ابن مسلمہ، حضرت سعد اور فریق مخالف کے کچھ افراد کو ساتھ لیکر مدینہ واپس ہوئے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فریق مخالف کا بیان سن کر حضرت سعد سے دریافت کیا کہ "آپ کس طرح نماز پڑھاتے ہیں کہ ان لوگوں کو شکایت پیدا ہوئی" حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "پہلی دو رکعتوں میں طویل سورتیں پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۂ فاتحہ پڑھتا ہوں" حضرت عمر فاروق نے اس کی تصویب کی اور فرمایا "اے ابواسحاق مجھے تم سے یہی توقع تھی" تاہم آپ نے حضرت سعد کو کوفہ کی امارت پر واپس بھیجنا مناسب نہیں سمجھا کہ مخالفین کوئی اور مسئلہ کھڑا نہ کردیں (۴۷) اس بات پر حضرت سعد بن ابی وقاص حقیقت افروز اور رقت انگیز انداز میں فرماتے ہیں کہ "میں عربوں میں پہلا شخص ہوں جس نے راہ خدا میں تیر چلایا ہم رسول اکرم ﷺ کی معیت میں غزوات میں شریک ہوتے تھے اور کیفیت یہ تھی کہ ہمیں کھانے کو سوائے کیکر اور جنگلی درختوں کے پتوں کے کچھ نہیں ملتا تھا اور بھوک کی شدت کے سبب ہم وہی کھایا کرتے تھے جس کی وجہ سے ہم اونٹ اور بکری کی طرح مینگنیاں کرتے تھے" حضرت سعد درحقیقت یہ واضح کر رہے ہیں کہ وہ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی رسول اکرم ﷺ کے رفیق و ساتھی ہیں اور اس وقت سے ہی آپ سے علم دین اخذ کرتے رہے ہیں اس لئے دین کے احکام سے مکمل واقفیت رکھتے ہیں لیکن صورتحال یہ ہے کہ "بنواسد قبیلہ (۴۸) کے

لوگ مجھے دین سکھا رہے ہیں اور اگر اتنی طویل صحبت نبوی کے باوجود ان لوگوں سے مجھے دین سیکھنے کی ضرورت ہے جو اس وقت موجود نہیں تھے تو ایسی صورت میں میں ناکام ہو گیا اور میرا عمل رائیگاں گیا" گویا حضرت سعد نے اس امر کی نشاندہی کر دی کہ جو لوگ صحابہ کرام پر دین کے حوالے سے اعتراضات اٹھاتے ہیں در حقیقت وہ اس امر کا اظہار کرتے ہیں صحابہ کرام ناکام افراد تھے اور ان کے عمل کی ساری متاع اور پونجی ضائع گئی، ان کا یہ تصور دین میں رخنہ ڈالنے کے مترادف ہے کہ اگر وہ براہ راست نبی رسول اکرم ﷺ سے قابل اطمینان طریقے پر علم دین حاصل نہ کر سکے تو بعد کے افراد کس طور پر دین کی حقیقی مراد کو صحیح طور پر پا سکتے ہیں کیونکہ دین کو اس کے تاریخی تسلسل سے ہی سمجھا جا سکتا ہے جبکہ اس کو نظر انداز کرنے کی صورت میں فکری کجی کا پیدا ہونا ایک لازمی نتیجہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ ایک مسلمان کو بہر صورت علم جہاد بلند رکھنا چاہئے اور اس راستے میں کوئی مسئلہ حائل اور رکاوٹ نہیں بننا چاہئے اور جب تک مسلمانوں میں عمل جہاد ان کی زندگی کی دیگر مصروفیات پر غالب و فائق رہا اس وقت تک وہ سرخرو رہے اور جب انہوں نے اپنی جدوجہد کا محور جاہ و اقتدار کے حصول اور سرمایہ اندوزی کو بنا لیا تو اس وقت سے وہ تنزلی کی راہیں طے کر رہے ہیں، چنانچہ یہی سبب ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں تمام مسلمانوں اور ان کے متعلقین کے وظائف مقرر کر کے ان پر مال جمع کرنے اور کاشتکاری وغیرہ کے معاملات میں دخیل ہونے پر پابندی لگا دی گئی تاکہ وہ ہر وقت جہاد کے لئے مستعد اور تیار رہیں اور کوئی چیز ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے(۴۹)

فائدہ: امام مسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاص کی یہ حدیث اپنے دو اساتذہ یعنی یحیی بن حبیب وارثی اور محمد بن عبد اللہ بن نمیر سے روایت کی ہے۔ ... صرف یحیی کی روایت میں ہے اور ابن نمیر کی روایت میں نہیں ہے اور یہ امام مسلم کی غایت احتیاط اور ان کا امتیاز ہے کہ وہ استاذ کی روایت کے ہر لفظ کو ذہن میں رکھتے ہیں اور معنی و مفہوم کی یکسانیت کے باوجود الفاظ کا معمولی فرق بھی ذکر کرتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عتبہ بن غزوانؓ کا خطبہ

حدثنا شیبان بن فروخ نا سلیمان بن المغیرة نا حمید بن هلال عن خالد بن عمیر العداوی قال خطبنا عتبة بن غزوان رضی اللّٰه عنه فحمد اللّٰه و اثنی علیه ثم قال اما بعد فان الدنیا قد آذنت بصرم و ولت حذاء و لم یبق منها الا صبابة کصبابة الاناء یتصابها صاحبها و انکم منتقلون منها الی دار لازوال لها فانتقلوا بخیر ما بحضرتکم فانه قد ذکرلنا ان الحجر یلقی من شفة جهنم فیهوی فیها سبعین عاما لایدرک لها قعرا و واللّٰه لتملان افعجبتم و لقد ذکر لنا ان مابین مصراعین من مصاریع الجنة مسیرة اربعین سنة و لیاتین علیها یوم و هو کظیط من الزحام و لقد رایتنی سابع سبعة مع رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه و سلم مالنا طعام الا ورق الشجر حتی قرحت اشداقنا فالتقطت بردة فشققتها بینی و بین سعد بن مالک فاتزرت بنصفها و اتزر سعد بنصفها فما اصبح الیوم منا احد الا اصبح امیرا علی مصر من الامصار و انی اعوذ باللّٰه ان اکون فی نفسی عظیما و عند اللّٰه صغیرا و انها لم تکن نبوة قط الا تناسخت حتی تکون آخر عاقبتها ملکا فستخبرون و تجربون الامراء بعدنا

(خالد بن عمیر عدوی سے روایت ہے عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا چنانچہ اللہ تعالی کی تعریف اور ثنا کی پھر کہا بعد حمد و صلوۃ کے جان لو کہ دنیا نے (اپنے) ختم ہونے کی خبر دی اور دنیا میں سے کچھ باقی نہ رہا مگر جیسے برتن میں کچھ بچا ہوا پانی رہ جاتا ہے جس کو اس کا مالک بچا رکھتا ہے اور تم دنیا سے ایسے گھر کو جانے والے ہو جس کو زوال نہیں تو اپنے سامنے نیک

اعمال کر کے جاؤ اس لیے کہ ہم سے بیان کیا گیا کہ پتھر جہنم کے ایک کنارے سے ڈالا جائے گا اور ستر برس تک اس میں اترتا جائے گا اور اس کی تہ کو نہ پہنچے گا قسم خدا کی جہنم بھری جائے گی کیا تم تعجب کرتے ہو اور ہم سے بیان کیا گیا کہ جنت کے ایک کنارے سے لے کر دوسرے کنارے تک چالیس برس کا سفر ہے اور ایک دن ایسا آئے گا کہ جنت لوگوں کے ہجوم سے بھری ہوگی اور تم نے دیکھا ہوتا میں ان سات شخصوں میں سے ساتواں تھا جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے اور ہمارا کھانا کچھ نہ تھا سوا درخت کے پتوں کے یہاں تک کہ ہمارے کلیجے زخمی ہوگئے (بوجہ پتوں کی حرارت اور سختی کے) میں نے ایک چادر پائی اور اس کو پھاڑ کر دو ٹکڑے کئے ایک ٹکڑے کا میں نے تہبند بنایا اور دوسرے ٹکڑے کا سعد بن مالک نے اب آج کے روز کوئی ہم میں سے ایسا نہیں ہے جو کسی شہر کا حاکم نہ ہو اور میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی اس بات سے کہ میں اپنے تئیں بڑا سمجھوں اور اللہ کے نزدیک چھوٹا ہوں اور بیشک کسی پیغمبر کی نبوت (دنیا میں) ہمیشہ نہیں رہی بلکہ نبوت ختم ہوگئی یہاں تک کہ آخری انجام اس کا یہ ہوا کہ وہ سلطنت (میں تبدیل) ہوگئی تو تم عنقریب پاؤ گے اور تجربہ کرو گے ان میروں کا جو ہمارے بعد آئیں گے)

حدثنی اسحاق بن عمر بن سلیط نا سلیمان بن المغیرۃ نا حمید بن ھلال عن خالد بن عمیر و قد ادرک الجاھلیۃ قال خطب عتبۃ بن غزوان و کان امیرا علی البصرۃ فذکر نحو حدیث شیبان.

(دوسری روایت ہے خالد بن عمیر جنہوں نے جاہلیت کا زمانہ پایا تھا اور وہ کہتے ہیں کہ عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے امیر بصرہ کی حیثیت میں خطاب فرمایا)

حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء نا وکیع عن قرۃ بن خالد عن حمید بن ھلال عن خالد بن عمیر قال سمعت عتبۃ بن غزوان

Marfat.com

يقول لقد رأيتني سابع سبعة مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ما طعامنا الا ورق الحبلة حتى قرحت اشداقنا.

(خالد بن عمیر سے روایت ہے میں نے سنا عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے وہ کہتے تھے تم مجھے دیکھتے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ (ابتدائی) سات آدمیوں میں سے ساتواں شخص تھا اور ہمارا کھانا کچھ نہ تھا سوا حبلہ (کیکر نما ایک درخت ہے) کے پتوں کے۔)

اس حدیث میں حضرت عتبہ بن غزوان کی خطبہ اور تقریر کا ذکر ہے۔ یہ اسلام قبول کرنے والے ساتویں فرد تھے اور مدینہ ہجرت کے بعد رسول اکرم ﷺ کی معیت میں غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شرکت کی خلیفہ راشد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو ایک لشکر کا امیر بنا کر عراق بھیجا تھا چنانچہ ان کی فوج نے ایلہ اور بصرہ کے شہر فتح کئے اور بعد میں وہ ان کے گورنر مقرر ہوئے، انہوں نے وہاں ایک بڑی مسجد بانسوں پر بنائی بعد ازیں جب حج کے لئے آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنے منصب سے استعفیٰ پیش کیا لیکن انہوں نے اسے منظور نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انہیں واپس نہ بھیجے چنانچہ ۱۷ھ میں جب وہ مکہ مکرمہ سے بصرہ واپس آرہے تھے تو معدن بنی سلیم یا ربذہ کے مقام پر سواری سے گر کر جاں بحق ہوگئے، رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حدیث میں مذکور خطبہ انہوں نے ایلہ اور بصرہ کے حاکم کی حیثیت میں دیا تھا (۵۰)

اس خطبہ میں انہوں نے دنیا کی بے ثباتی پر روشنی ڈالی اور بتایا کہ دنیا کا انجام بہت قریب ہے اور وہ جلد ہی منہ پھیر کر جانے والی ہے، اور دنیا کی مدت کم و بیش اسی قدر رہ گئی ہے جس قدر کسی برتن سے پانی پینے کے بعد بچ رہتا ہے اور موجودہ دور میں جبکہ ایٹمی جنگ کے سائے ہر وقت منڈلاتے رہتے ہیں یہ حقیقت اور زیادہ واضح ہوجاتی ہے کہ دنیا کی عمر کسی وقت بھی پوری ہوسکتی ہے اور بقیہ زندگی برتن کی تلچھٹ کی مانند ہی محسوس ہوتی ہے جبکہ اس دنیا سے انسان نے ایسے جہاں کی طرف منتقل ہونا ہے جس کو زوال نہیں، بقاء و دوام ہے لہذا دنیا کے مشکوک مستقبل کے لئے تمام تر

arfat.com

توانائیاں صرف کرنے کی بجائے عقل و دانش کا تقاضہ یہ ہے کہ اس دنیا میں رضائے الٰہی اور انسان دوستی پر مبنی ایسے اعمال اختیار کئے جائیں جن کے حقیقی ثمرات و فوائد سے آخرت میں فائدہ اٹھایا جاسکے گویا انسان کی موت اس کا مکمل فنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک ارتقائی کڑی ہے کہ انسان اس عمل سے گزر کر زیادہ بہتر اور پائیدار منزل کی طرف پیش قدمی کرتا ہے. دراصل انسانی زندگی کی ترتیب کچھ اس انداز سے ہے کہ جب انسانی معاشرہ کا اقتصادی نظام درست ہوجاتا ہے تو اس کے سامنے اپنے اخلاق کی تکمیل کے لئے راستہ کھل جاتا ہے. اس دنیا کی زندگی میں اگر انسان کے اخلاق صحیح ہو کر پایہ تکمیل کو پہنچ جائیں تو مرنے کے بعد اس کو قبر اور حشر کی مصیبتوں سے نجات مل جاتی ہے. واقعہ یہ ہے کہ حیات بعد الموت میں انسان کا جنت کی نعمتوں سے مستفید ہونا دراصل اسی تکمیل اخلاق کا نتیجہ ہے جو انسان دنیا کی اس زندگی میں کرتا ہے. پس حیات انسانی کا ایک درجہ تو دنیا کی یہ زندگی ہے. انسان اس میں اپنے اخلاق کی تکمیل کرنے کے بعد دنیا سے رخصت ہو کر موت کی راہ طے کرکے جنت میں پہنچتا ہے یہ اس کی زندگی کا دوسرا درجہ ہے. یہاں پہنچ کر اس کی ترقی کا قدم رک نہیں جاتا اور وہ آگے بڑھتا ہے اور زندگی کے تیسرے درجہ میں قدم رکھتا ہے. یہاں اسے "رویت رب العالمین" کی سعادت کبریٰ سے سرفراز ہونے کی صلاحیت حاصل ہوتی ہے (۱۵۱) اور ایک کامل انسان کی ترقی کا دروازہ کبھی بند نہیں ہوتا ہے اور موت ایک ناگزیر شئی ہے اور بہتر مستقبل اور خوشحال دائمی زندگی کے حوالے سے ایک نعمت ہے اس لئے موت کو ایسے پل سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملادیتا ہے مادہ پرست افراد کے ہاں موت مکمل فنا اور نہایت افسردہ حقیقت کا نام ہے لیکن دین فطرت نے اس سے خوفزدہ کرنے کی بجائے اس کے خوشگوار پہلو کو واضح کیا ہے تاکہ کوئی صاحب ایمان اعلیٰ تر مقاصد کے لئے جاں نثاری سے گریز نہ کرے۔

اس خطبہ میں حضرت عتبہ نے آخرت کے خوشگوار اور ناگوار دونوں پہلوؤں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ بدکردار لوگوں سے جہنم کو بھرا جائے گا جس کی گہرائی کا عالم یہ ہے کہ اگر کوئی پتھر اس کے کنارے سے لڑھکایا جائے تو وہ ستر سال تک لڑھکتے

کے باوجود اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے گا۔ چونکہ اس جہاں کے امور کی کیفیات یہاں سے بالکل مختلف ہیں اس لئے اس قدر گہرائی تعجب خیز نہیں جبکہ نیک کردار افراد کا جنت کے وسیع و عریض دروازے پر ہجوم ہوگا جبکہ اس کی دونوں چوکھٹوں کے درمیان چالیس سال چلنے کی مسافت کے بقدر ہوگا، گویا اس قدر وسعت بھی اس روز تنگ محسوس ہوگی۔

بعد ازیں حضرت عتبہ نے مسلمانوں کی ابتدائی اور موجودہ حالت کا موازنہ کیا اور بتایا کہ وہ رسول اکرم ﷺ کی معیت میں اسلام قبول کرنے والے ساتویں فرد تھے اور ابتدائی دور کے مسلمانوں کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہوا کرتا تھا اور وہ درختوں کے پتے کھا کر اپنی زندگی کو سہارا دیتے تھے، اور پتے کھانے سے ان کے کلپھڑے زخمی ہوجاتے تھے، یہ تو خوراک کی صورت حال تھی جبکہ لباس کی کیفیت یہ تھی کہ انہیں ایک دھاری دار چادر ملی تو انہوں نے اس کے دو حصے کردیئے جو انہوں نے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بطور تہبند استعمال کئے یعنی اعلیٰ نصب العین کی خاطر صحابہ کرام نے تنگدستی کی زندگی بسر کی پھر انہوں نے موجودہ صورتحال کے بارے میں کہا آج ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی شہر کا حاکم ہے گویا ان مع العسر یسرا (۵۲) (یقیناً تنگی کے ساتھ آسانی ہے) کی ایک جھلک ہے۔

حضرت عتبہ چونکہ صحبت نبوی کے سبب تربیت یافتہ تھے اس لئے منصب حکومت پر فائز ہونے کے باوجود خود احتسابی کے احساس کے تحت فوراً ہی اس امر سے اللہ کی پناہ طلب کی کہ وہ اپنے تئیں تو بڑے ہوں یعنی عجب اور تکبر کا شکار ہوجائیں لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں بے وقعت ہوں اسی بنا پر رسول اکرم ﷺ کی تلقین کردہ ایک دعا، یہ بھی تھی اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا (۵۳) (اے اللہ مجھے اپنی نظروں میں چھوٹا اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بنا)

خطبہ کے آخر میں حضرت عتبہ نے یہ حقیقت آشکارا کی کہ جدوجہد کے ابتدائی دور میں سرمایہ پرستی کی بجائے زہد اور حقیقت شناسی کے جذبات غالب ہوتے ہیں لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ کیفیت ختم ہونے لگ جاتی ہے یہاں تک کہ انجام کار جاہ پسندی، اقتدار

Marfat.co

کی ہوس اور سرمایہ اندوزی کی حرص و طمع کے جذبات کی بالادستی ہو جاتی ہے چنانچہ تم ہمارے بعد اپنے حکمرانوں کو آزماؤ گے اور ان کے اقتدار کا تمہیں تجربہ ہو جائے گا۔

فائدہ: امام مسلم نے دوسری روایت سے اس امر کو متعین کیا ہے کہ مذکورہ خطبہ انہوں نے امیر بصرہ کی حیثیت سے دیا تھا اور یہ کہ ان سے روایت کرنے والے خالد بن عمیر، مخضرم ہیں یعنی انہوں نے اسلام سے پہلے جاہلیت کا زمانہ بھی پایا ہے جبکہ تیسری روایت سے مقصود یہ ہے کہ حمید بن ہلال کے دو شاگرد ہیں، سلیمان بن مغیرہ اور قرہ بن خالد، سلیمان کی روایت میں مطلق درخت کے پتوں کے کھانے کا ذکر ہے، جبکہ قرہ کی روایت میں اس درخت کا تعین کیا گیا ہے کہ وہ کیکر کا درخت ہے۔

رویت خداوندی اور کافر و منافق کا احتساب

حدثنا محمد بن ابی عمر نا سفیان عن سہیل بن صالح عن ابیه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنہ قال قالوا یا رسول اللہ هل نری ربنا یوم القیمۃ قال هل تضارون فی رؤیة الشمس فی الظهیرة لیست فی سحابة قالوا لا قال فهل تضارون فی رؤیة القمر لیلة البدر لیس فی سحابة قالوا لا قال فوالذی نفسی بیده لاتضارون فی رؤیة ربکم الا کما تضارون فی رؤیة احدهما قال فیلقی العبد فیقول ای فل الم اکرمک و اسودک و ازوجک و اسخر لک الخیل و الابل و اذرک ترأس و تربع فیقول بلی قال فیقول افظننت انک ملاقی فیقول لا فیقول فانی انساک کما نسیتنی ثم یلقی الثانی فیقول ای فل الم اکرمک و اسودک و ازوجک و اسخر لک الخیل والابل و اذرک ترأس و تربع فیقول بلی یارب فیقول افظننت انک ملاقی قال فیقول لا فیقول انی انساک کما نسیتنی ثم یلقی الثالث فیقول له مثل ذلک فیقول یارب امنت بک و بکتابک

و برسلک و صلیت و صمت و تصدقت و یثنی بخیر ماااستطاع فیقول ھھنا اذا قال ثم تقال له الان نبعث شاھدنا علیک یتفکر فی نفسه من ذاالذی یشھد علی فیختم علی فیه و یقال لفخذه و لحمه و عظامه انطقی فتنطق فخذه و لحمه و عظامه بعمله و ذلک لیعذر من نفسه و ذلک المنافق و ذلک الذی یسخط اللّٰہ علیه.

ترجمہ (ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم اپنے پروردگار کو قیامت کے دن دیکھیں گے آپ نے فرمایا کیا تم عین دوپہر میں آفتاب کے دیکھنے میں جب کہ بادل نہ ہوں دھکم پیل کرتے ہو۔ صحابہ نے کہا کہ نہیں حضرت نے فرمایا سو کیا تم چودھویں رات کو جب کہ بادل نہ ہو چاند دیکھنے میں ایک دوسرے سے مزاحمت کرتے ہو۔ اصحاب نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا سو قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم اپنے رب کے دیدار میں باہمی دھکم پیل نہ کرو گے مگر جیسے سورج یا چاند کے دیکھنے میں (یعنی جیسے چاند سورج کی رویت میں باہمی مزاحمت نہیں ہوتی ویسے ہی خدا تعالیٰ کی رویت میں مزاحمت نہ ہوگی) پھر حق تعالیٰ سے ایک بندہ ملے گا تو اللہ کہے گا اے فلاں بندے کیا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی اور تجھ کو معزز نہیں بنایا اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا اور گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا اور تجھ کو اس حالت میں چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی سربراہی کرتا تھا اور (ان سے) چوتھ (ٹیکس) لیتا تھا تو بندہ کہے گا کہ سچ ہے۔ تو حق تعالیٰ فرمائے گا بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا۔ سو بندہ کہے گا کہ نہیں تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ہم بھی تجھ کو بھولتے ہیں (یعنی تیری خبر نہ لیں گے اور تجھ کو عذاب سے نہ بچائیں گے) جیسے تو ہم کو بھولا پھر خدا تعالیٰ دوسرے بندہ سے حساب کرے گا تو کہے گا اے فلاں بھلا میں نے تجھ کو عزت نہیں دی اور تجھ کو معزز نہیں بنایا اور تجھ کو تیرا جوڑا نہیں دیا اور

Marfat.co

گھوڑوں اور اونٹوں کو تیرا تابع نہیں کیا اور تجھکو اس حالت میں چھوڑا کہ تو اپنی قوم کی سرداری کرتا تھا اور چوتھ (ٹیکس) لیتا تھا تو بندہ کہے گا سچ ہے اے میرے رب پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا بھلا تجھ کو معلوم تھا کہ تو مجھ سے ملے گا تو بندہ کہے گا کہ نہیں۔ پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا سو میں بھی اب تجھے بھلا دیتا ہوں جیسے تو مجھ کو دنیا میں بھولا تھا، پھر تیسرے بندہ سے حساب کرے گا اس سے بھی اسی طرح کہے گا. بندہ کہے گا اے رب میں تجھ پر اور تیری کتاب پر اور تیرے رسولوں پر ایمان لایا اور میں نے نماز پڑھی اور روزہ رکھا صدقہ دیا اسی طرح اپنی تعریف کرتا جائے گا جہاں تک اس سے ہو سکے گا، حق تعالیٰ فرمائے گا دیکھ یہیں تیرا جھوٹ کھلا جاتا ہے. حضرت ﷺ نے فرمایا پھر حکم ہو گا اب ہم تیرے اوپر گواہ کھڑا کرتے ہیں بندہ اپنے جی میں سوچے گا کہ کون مجھ پر گواہی دے گا. پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائیگی اور حکم ہو گا اس کی ران سے کہ بول تو اس کی ران اس کا گوشت اور اس کی ہڈیاں اس کے اعمال کی گواہی دیں گی. اور یہ گواہی اس واسطے ہو گی تاکہ اپنی ذات کی گواہی کی وجہ سے اس کا کوئی عذر اور اشکال باقی نہ رہے اور یہ شخص منافق یعنی جھوٹا مسلمان ہو گا اور اسی پر خدا تعالیٰ غصہ کرے گا اجبکہ پہلے دونوں کافر تھے اور

اس حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو گی؟ بظاہر سوال کا منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کو اس میں تو اشکال نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہو گی یا نہیں، مسئلہ یہ تھا کہ اس دنیا میں کسی کی زیارت کے وقت لوگوں کا ہجوم ہوتا ہے اور قابل اطمینان طریقے سے زیارت نہیں ہو پاتی تو کیا اللہ تعالیٰ کی زیارت بھی اسی انداز کی ہو گی، آپ نے جواب میں دریافت کیا کہ کیا دوپہر کے وقت جب کہ بادل نہ ہوں سورج کو دیکھنے میں کوئی مزاحمت و دھکم پیل ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ اس کا جواب نفی میں ہے، پھر مزید دریافت کیا کہ کیا چودھویں چاند کو جبکہ بادل نہ ہوں دیکھنے میں کوئی مزاحمت ہوتی ہے. اس کا جواب بھی نفی میں تھا، پھر آپ نے فرمایا خدا اپنے رب کو دیکھنے میں تم ایک دوسرے سے ایسے

Marfat.com

رکاوٹ نہیں بنو گے جیسا کہ سورج و چاند کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بنتے، واضح رہے یہاں صرف دیکھنے کی سہولت کے اعتبار سے تشبیہ دی گئی ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کو سورج و چاند سے کوئی تشبیہ دینا مقصود ہے۔

اس دنیا میں رویت باری تعالیٰ نہیں ہو سکتی جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ جب ان کی جانب سے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی درخواست کے جواب میں تجلی کی ایک جھلک ظاہر ہوئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے، بعد میں ہوش آنے پر اپنے تقاضے سے رجوع کیا (۵۴) تاہم اہل حق کا اس پر اجماع ہے کہ آخرت میں اہل ایمان کو رویت باری تعالیٰ کی سعادت کبریٰ عطا ہو گی تاہم اللہ تعالیٰ کی ذات کا احاطہ ناممکن ہو گا (۵۵) کیونکہ اس کا کوئی حدود اربعہ نہیں کہ آنکھوں میں سما سکے۔

علاوہ ازیں اس حدیث میں روز قیامت، تین افراد سے اللہ تعالیٰ کی گفتگو کا ذکر ہے کہ پہلے ان سے ان نعمتوں کا اعتراف کرایا جائے گا جو اس دنیا میں ان پر ہوئیں مثلاً عزت و سیادت کا دیا جانا، شادی کرایا جانا، جانوروں کا تابع کیا جانا، قوم کی معتبر شخصیت بنایا جانا اور آرام کی زندگی بسر کرنا وغیرہ (۵۶) بعد ازاں سوال کیا جائے گا کہ کیا وہ اللہ تعالیٰ سے ملنے یعنی عقیدہ آخرت پر ایمان رکھتے تھے، تو ان میں سے دو کا جواب نفی میں ہو گا چنانچہ اللہ تعالیٰ انہیں فراموش کر دے گا جیسے انہوں نے دنیا میں اللہ کو فراموش کئے رکھا (یہاں پر نسیان کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے جس کا مفہوم یہ نہیں کہ واقعتاً اللہ تعالیٰ بھول جاتا ہے بلکہ مقصود نسیان کا لازمی نتیجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں رحمت سے دور کر دے گا) (۵۷) جبکہ تیسرے شخص کا جواب ہو گا کہ وہ اللہ تعالیٰ، اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا، نمازیں ادا کیں، روزے رکھے، اور راہ خدا میں خرچ کیا اور یوں وہ اپنی کئی اور نیکیاں بھی بتائے گا، اس موقعہ پر اس کے ان دعووں کی آزمائش کے طور پر اس کی زبان سے قوت گویائی سلب کر کے اس کے دیگر اعضاء سے حقیقت حال معلوم کی جائے گی اور یوں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے گا، گو اللہ تعالیٰ تمام حقائق سے بخوبی واقف ہے لیکن یہ عمل اس لئے کیا جائے گا تا کہ مجرم کے

arfat.com

جرم کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک کسی کے ذہن میں باقی نہ رہ جائے اور اسکا نفاق سب کے سامنے عیاں ہوجائے، گویا نفاق کا انجام کفر کے انجام سے زیادہ عبرت انگیز اور فضیحت آمیز ہے۔

فائدہ: اس سے پہلے کی حدیث میں چونکہ جنت اور جہنم کا ذکر ہوا تھا، غالباً اسی مناسبت سے احوال قیامت سے متعلق حدیث یہاں بیان کی گئی ہے۔

انسانی کردار کے عینی گواہ

حدثنا ابوبکر بن النضر بن ابی النضر حدثنی ابو النضر هاشم بن القاسم نا عبید اللہ الاشجعی عن سفیان الثوری عن عبید المکتب عن فضیل عن الشعبی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال کنا عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضحک فقال هل تدرون مما اضحک قال قلنا اللہ و رسولہ اعلم قال من مخاطبۃ العبد ربہ فیقول یا رب الم تجرنی من الظلم قال یقول بلی قال فیقول لااجیز علی نفسی الا شاهدا منی فیقول کفی بنفسک الیوم علیک شهیدا و بالکرام الکاتبین شهودا قال فیختم علی فیہ فیقال لارکانہ انطقی قال فتنطق باعمالہ قال ثم یخلی بینہ و بین الکلام قال فیقول بعدا لکن و سحقا فعنکن کنت اناضل

انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے اتنے میں آپ ہنسے آپ نے فرمایا تم جانتے ہو میں کس واسطے ہنستا ہوں؟ ہم نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا بندے کی اس گفتگو پر ہنستا ہوں جو وہ اپنے مالک سے کرے گا بندہ کہے گا اے میرے مالک کیا تو مجھ کو ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے اللہ تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم

Marfat.com

نہ کروں گا) حضرت ﷺ نے فرمایا خدا تعالیٰ جواب دے گا کہ ہاں ہم ظلم نہیں کرتے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا پھر بندہ کہے گا کہ میں اپنے اوپر اپنی ذات کی گواہی کے علاوہ کسی اور کی گواہی کی اجازت نہیں دیتا پروردگار فرمائے گا اچھا تیری ہی ذات کی گواہی تجھ پر آج کے دن کافی ہے اور کرام کاتبین (انسانی اعمال کی روئیداد لکھنے والے معزز فرشتوں) کی گواہی۔ حضرت ﷺ نے فرمایا پھر بندہ کے منہ پر مہر لگادی جائیگی اور اس کے ہاتھ پاؤں کو حکم ہوگا بولو! وہ اس کے سارے اعمال بتادیں گے پھر بندہ کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی، بندہ اپنے ہاتھ پاؤں سے کہے گا چلو دور ہوجاؤ خدا کی مار تم پر میں تو تمہاری طرف سے جھگڑا کررہا تھا (یعنی تمہارا ہی بچانا دوزخ سے مجھ کو منظور تھا سو تم آپ ہی گناہ کا اقرار کرچکے اب دوزخ میں جاؤ)۔

امام مسلم نے گزشتہ حدیث کے مضمون کی تائید میں یہ دوسری حدیث ذکر کی ہے جس میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کے [illegible] پھر اسکی وجہ بتائی کہ قیامت کے روز انسان اپنے آپ کو [illegible] مطالبہ کرے گا کہ اس کے بارے گواہ وہی ہو جس سے اس کا [illegible] اس کے اپنے اعضاء حقیقت حال بتائیں گے اور ان اعمال کی نقاب کشی [illegible] ان سے سرزد ہوئے، بعد میں وہ اپنے ہی اعضاء کو برا بھلا کہے گا کیونکہ اس [illegible] دنا اور اپنے من پسند گواہوں کا مطالبہ کرنا اپنے اعضاء کو جہنم کے عذاب سے بچانے کے لئے تھا، انصاف کا تقاضہ تو یہ تھا کہ زبان سے جھوٹ بولنے کی طاقت بھی [illegible] لی جائے اور وہ صرف سچ بولے لیکن اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی زبان، انسان کے [illegible] رکھی۔

الغرض ہمارے اعضاء سے جو اعمال سرزد ہوتے ہیں وہ تحلیل ہو کر ختم نہیں ہوجاتے بلکہ وہ قیامت کے روز مختلف شکلیں اور نوعیتیں اختیار کر کے مختلف لذتیں اور عذاب کی صورتیں وجود میں لے آئیں گے، گویا ہمارے اعمال نہ صرف کیسٹ

arfat.com

ریکارڈر کی مانند محفوظ ہوجاتے ہیں بلکہ متعلقہ اعضاء بھی ان پر گواہ بن جاتے ہیں اور جب قیامت کے روز انہیں قوت گویائی ملے گی تو انسان سوائے جھنجلانے اور برا بھلا کہنے کے کچھ نہ کرسکے گا کیونکہ گواہی کے لئے اسکی مقرر کردہ شرط پہلے ہی پوری کردی گئی۔ لہذا انسان کو چاہیئے کہ وہ ایسے عینی گواہوں کی موجودگی میں ہر وقت اپنے کردار کو بہترین انفرادی و اجتماعی خطوط پر استوار کرنے کی جدوجہد کرے اور سرمایہ پرستی و جاہ پرستی کے منفی جذبات سے مغلوب ہوکر اپنے کردار کو داغدار بنانے سے گریز کرے اور یہی زہد کا مفہوم ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی معاشی زندگی

حدثنی زهیر بن حرب نا محمد بن فضیل عن ابیه عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اجعل رزق ال محمد قوتا

و حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة و عمرو الناقد و زهیر بن حرب و ابوکریب قالوا نا وکیع نا الاعمش عن عمارة بن القعقاع عن ابی زرعة عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اللهم اجعل رزق آل محمد قوتا و فی روایة عمرو اللهم ارزق و حدثناه ابوسعید الاشج نا ابواسامة قال سمعت الاعمش ذکر عن عمارة بن القعقاع بهذا الاسناد و قال کفافا.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی یااللہ محمد (ﷺ) کی آل کو بقدر کفاف روزی دے۔)

حدثنا زهیر بن حرب و اسحاق بن ابراهیم قال اسحاق انا و قال زهیر نا جریر عن منصور عن ابراهیم عن الاسود عن

Marfat.com

عائشة رضی اللہ تعالی عنہا قالت ما شبع ال محمد صلی اللہ علیہ و سلم منذ قدم المدینۃ من طعام بر ثلاث لیال تباعا حتی قبض

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ و ابوکریب و اسحاق بن ابراھیم قال اسحاق انا و قال الاخران نا ابومعاویۃ عن الاعمش عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت ما شبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثلاثۃ ایام تباعا من خبز بر حتی مضی لسبیلہ.

(ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے حضرت محمد ﷺ کی آل جب سے آپ مدینہ میں تشریف لائے کبھی تین دن مسلسل گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔)

حدثنا محمد بن مثنی و محمد بن بشار قالا نا محمد بن جعفر نا شعبۃ عن ابی اسحاق قال سمعت عبدالرحمن بن یزید یحدث عن الاسود عن عائشۃ انہا قالت ما شبع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز شعیر یومین متتابعین حتی قبض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(اس دوسری روایت میں یہ ہے کہ آل محمد ﷺ دو دن تک برابر جو کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۔)

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ نا وکیع عن سفیان عن عبدالرحمن بن عابس عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت ماشبع آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم من خبز بر فوق ثلاث

(اس روایت میں ہے کہ آل محمد ﷺ تین دن سے زیادہ گیہوں کی روٹی سے سیر نہ ہوئے۔)

حدثناابوبکر بن ابی شیبۃ نا حفص بن غیاث عن ھشام بن

arfat.com

عروة عن ابیه قال قالت عائشة رضی اللہ تعالی عنها ماشبع ال محمد صلی اللہ علیه وسلم من خبز البر ثلاثا حتی مضی لسبیله

حدثنا ابوکریب انا وکیع عن مسعر عن هلال بن حمید عن عروة عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت ما شبع ال محمد صلی اللہ علیه وسلم یومین من خبز بر الا و احدهما تمر۔

(ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے اہل خانہ (مسلسل) دو دن تک گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے مگر ان میں سے ایک دن صرف کھجور ہوتی۔)

حدثنا عمرو الناقد نا عبدة بن سلیمان قال و یحیی بن الیمان نا هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت انا کنا ال محمد صلی اللہ علیه وسلم لنمکث شهرا ما نستوقد بنار ان هو الا التمر والماء۔

(حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا ہم آل محمد ﷺ ایسے تھے کہ مہینہ بھر تک آگ نہ سلگاتے صرف کھجور اور پانی پر گزارہ کرتے۔)

و حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة و ابوکریب قالا نا ابواسامة و ابن نمیر عن هشام ابن عروة بهذا الاسناد ان کنا لنمکث و لم یذکر ال محمد و زاد ابوکریب فی حدیثه عن ابن نمیر الا ان یاتینا اللحیم۔

دوسری روایت میں اتنا اضافہ ہے سوائے اس کے کہ جب گوشت ہمارے پاس آتا (تو آگ سلگاتے۔)

حدثنا ابوکریب محمد بن العلاء بن کریب نا ابواسامة عن

Marfat.com

هشام عن ابیه عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها قالت توفی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و ما فی رفی من شیٔ یأکله ذو کبد الا شطر شعیر فی رف لی فاکلت منه حتی طال علی فکلته ففنی.

(ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے وفات پائی اور میرے دانوں کے برتن میں تھوڑی جو تھی میں اسی میں سے کھایا کرتی یہاں تک کہ بہت دن گذر گئے میں نے ان کو ماپا تو وہ ختم ہو گئے۔)

حدثنا یحیی بن یحیی انا عبدالعزیز بن ابی حازم عن ابیه عن یزید بن رومان عن عروة عن عائشة رضی اللہ تعالی عنها انها کانت تقول و اللہ یابن اختی ان کنا لننظر الی الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة فی شهرین و ما اوقد فی ابیات رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم نار قال قلت یاخالة فما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر و الماء الا انه قدکان لرسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم جیران من الانصار و کانت لهم منایح فکانو یرسلون الی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من البانها فیسقیناه

(عروہ سے روایت ہے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کہتی تھی قسم خدا کی اے میرے بھانجے ہم ایک چاند دیکھتے دوسرا دیکھتے تیسرا دیکھتے دو مہینے میں تین چاند دیکھتے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں اس مدت تک آگ نہ جلتی میں نے کہا اے خالہ پھر آپ کیا کھاتی تھیں، انہوں نے کہا کھجور اور پانی، البتہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ ہمسائے تھے ان کے دودھ والے جانور تھے وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے دودھ بھیجتے تو آپ ہم کو وہ دودھ پلا دیتے)۔

حدثنی ابوالطاهر انا عبد اللہ بن وهب اخبرنی ابوصخر عن یزید بن عبداللہ بن قسیط ح و حدثنی هارون بن سعید

قال نا ابن وهب قال اخبرني ابوصخر عن ابن قسيط عن عروة بن الزبير عن عائشة رضى الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت لقد مات رسول الله صلى الله عليه وسلم و ما شبع من خبز و زيت في يوم واحد مرتين.

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور آپ روٹی اور زیتون کے تیل سے ایک دن میں دو بار سیر نہیں ہوئے یعنی صبح و شام دونوں وقت سیر ہو کر نہیں کھایا

حدثنا يحيى بن يحيى انا داؤد بن عبدالرحمن المكي العطار عن منصور عن امه عن عائشة ح و حدثناه سعيد بن منصور نا داود بن عبدالرحمن العطار حدثني منصور بن عبدالرحمن الحجبي عن امه صفية عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم حين شبع الناس من الاسودين التمر و الماء.

حدثني محمد بن المثنى نا عبد الرحمن عن سفيان عن منصور بن صفية عن امه عن عائشة رضى الله تعالى عنها قالت توفي رسول الله صلى الله عليه وسلم و قد شبعنا من الاسودين الماء و التمر.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی اور ہم پانی اور کھجور سے سیر ہو چکے تھے۔

و حدثناه ابوكريب نا الاشجعي ح و حدثنا نصر بن على نا ابواحمد كلاهما عن سفيان بهذا الاسناد غير ان في حديثهما عن سفيان و ماشبعنا من الاسودين.

[illegible]

حدثنا محمد بن عباد و ابن ابي عمر قالا نا مروان [illegible]

Marfat.com

يعنيان الفزاری عن يزيد و هو ابن كيسان عن ابی حازم عن ابی هريرة رضی اللّٰه تعالی عنه قال والذی نفسی بيده و قال ابن عباد و الذی نفس ابی هريرة بيده ما اشبع رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم اهله ثلاثة ايام تباعا من خبز حنطة حتی فارق الدنيا.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا قسم اس کی جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی جان ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو تین دن پے درپے گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں کرایا یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔)

حدثنی محمد بن حاتم نا يحيی بن سعيد عن يزيد بن كيسان حدثنی ابو حازم قال رأيت ابا هريرة رضی اللّٰه تعالی عنه يشير باصبعيه مرارا يقول و الذی نفس ابی هريرة بيده ما شبع نبی اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم و اهله ثلثة ايام تباعا من خبز حنطة حتی فارق الدنيا.

(ابوحازم سے روایت ہے میں نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کو دیکھا وہ اپنی دونوں انگلیوں سے بار بار اشارہ کرتے اور کہتے قسم اس کی جس کے ہاتھ میں ابوہریرہ کی جان ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کبھی تین دن پے در پے گیہوں کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے یہاں تک کہ آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔)

حدثنا قتيبة بن سعيد و ابوبكر بن ابی شيبة قالا نا ابوالاحوص عن سماک قال سمعت النعمان بن بشير رضی اللّٰه عنه يقول الستم فی طعام و شراب ما شئتم لقد رأيت نبيكم صلی اللّٰه عليه وسلم و مايجد من الدقل مايملأ به بطنه و قتيبة لم يذكر به.

(نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے تھے کیا تم نہیں کھاتے اور پیتے جو چاہتے ہو، (یعنی ایسا ہی ہے) میں نے تمہارے پیغمبر ﷺ کو دیکھا ہے ان کو خراب کھجور بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتی تھی۔)

حدثنا محمد بن رافع نا یحیی بن آدم نا زهیر ح و حدثنا اسحاق بن ابراهیم انا الملائی نا اسرائیل کلاهما عن سماک بهذا الاسناد نحوه و زاد فی حدیث زهیر وماترضون دون الوان التمر و الزبد.

(دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے کہ تم کھجور اور مکھن کے کھانوں کے بغیر راضی نہیں ہوتے۔)

و حدثنا محمد بن مثنی و ابن بشار و اللفظ لابن مثنی قالا نا محمد بن جعفر نا شعبة عن سماک بن حرب قال سمعت النعمان یخطب قال ذکر عمر رضی الله عنه ما اصاب الناس من الدنیا فقال لقد رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم یظل الیوم یلتوی مایجد دقلا یملأ به بطنه

(سماک بن حرب سے روایت ہے کہ میں نے سنا نعمان رضی اللہ عنہ سے خطبہ پڑھتے ہوئے وہ کہتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیا کا ذکر کیا جو لوگوں نے حاصل کی پھر کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ سارا دن بھوک سے پیچ و تاب کھاتے آپ کو خراب کھجور تک نہ ملتی جس سے اپنا پیٹ بھر لیں۔)

ان احادیث میں رسول اکرم ﷺ کی دعا کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنی آل کے لئے بقدر ضرورت رزق کی دعا کی جس سے اس امر کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آپ ﷺ اپنی آل کو سرمایہ پرستی اور مادہ پرستی کے اثرات سے دور رکھنا چاہتے تھے اور بنیادی ضروریات زندگی کا اعتدال کے ساتھ پورا ہو جانا ہی کافی ہے۔ پھر آپ کی دعا کے حقیقت پر مبنی ہونے کا اندازہ آپ کی اپنی عملی زندگی سے بھی لگایا جا سکتا ہے چنانچہ مندرجہ بالا احادیث میں ہے:

Marfat.com

۱- ایک دن میں دو ... ون کا تیل (بطور سالن) سیر ہو کر نہیں کھایا۔
۲- مسلسل تین ... کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔
۳- مسلسل دو دن ... کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔
۴- مسلسل تین دن سے زیادہ گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔
۵- ... ایسا بھی ہوا کہ مسلسل دو دن گیہوں کی روٹی سیر ہو کر نہیں کھائی۔
۶- پورے ماہ گھر میں آگ نہیں جلتی، اس دوران یا تو کھجور اور پانی پر گذارہ ... یا انصاری پڑوسی اپنے جانوروں کا دودھ ہدیہ کردیتے یا کہیں سے گوشت آجاتا تو ... جاتی۔
۷- اکثر یوں بھی ہوتا تھا کہ دو ماہ سے زیادہ عرصہ تک گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔
۸- بسا اوقات بھوک کی شدت کو کم کرنے کے لئے گھٹیا کھجور تک نہ ملتی۔

گویا ان حقائق و واقعات سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان جس مقصد کو حاصل کرنے کی لگن رکھتا ہو، اس کے لئے اس کو پوری طرح مستعد اور تیار ہونا چاہئے اور اس کے بعد دعا کرنی چاہئے، محض درخواست کرنا اور عمل سے اس کی تائید کا نہ ہونا، دعاء کی بجائے محض ایک تمنا یا آرزو ہے جیسا کہ آج کل کی اکثر دعائیں، عمل کے عزم سے خالی ہوتی ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے دنیوی زندگی میں تنگی اس لئے برداشت کی کہ آپ کی زندگی نے تمام انسانیت کے لئے اسوۂ حسنہ بننا تھا اور اس میں اسلامی حکومتوں کے صاحبان اختیار کے لئے نشان راہ ہے کہ اعلیٰ ترین مناصب پر فائز ہونے کے باوجود انہیں ہوس زر کے جذبات کی بجائے دنیا کی مادی آسائشوں سے ایک گونہ بے رغبتی ہونی چاہئے، اسی صورت میں وہ حقیقی معنوں میں ملک وملت کی صحیح خدمت کرسکتے ہیں اور اگر اہل حق و عقد ہوس زر اور سرمایہ اندوزی کو مقصد بنائیں گے تو پھر پورے معاشرے میں بھیڑیا صفت افراد کا تسلط قائم ہوجائے گا اور پھر پسماندہ اور وسائل سے محروم طبقات ان کے سامنے دم نہیں مار سکیں گے ... ان میں سے نسبتاً بہتر افراد

اپنی مادی فلاح کے لئے بالائی طبقہ کی خوشامد و چاپلوسی کو اپنا شعار بنالیں گے۔ متوسط طبقہ کی یہ پرانی کمزوری رہی ہے اور اس طرح جھوٹ، نفاق اور شرک کو مزید فروغ حاصل ہوگا۔

الحاصل معاشرے کی بہتری کے لئے ضروری ہے کہ اس کے قائدین کا طرز زندگی کسی صورت، عام انسان کے معیار زندگی سے بالاتر نہ ہو اور یہی سبب ہے رسول اکرم ﷺ نے صحابہ جیسی اطاعت شعار جماعت کی موجودگی میں، ایک بادشاہ کے حکمران ہوتے ہوئے نہایت زاہدانہ زندگی بسر کی حتیٰ کہ ایک عام آدمی کا بھی معیار آپ کے معیار زیست سے بلند تھا۔ وہی خلفاء راشدین کا طرز عمل رہا اور اس نوعیت کی مثال اب تک دنیا میں آنے والے انقلابات کے رہبر بھی پیش نہ کرسکے بلکہ اس کے برعکس ان کی زندگیاں عام معیار زندگی سے انتہائی بلند و برتر ہی تک مصروف رہا ہے، چنانچہ مولانا عبید اللہ سندھی (۱۹۴۴) لکھتے ہیں کہ ہم نے (روس میں) اشتراکی کارکنوں کو کام کرتے دیکھا، ہم خوش خوش واپس آئے رہ گئے لیکن جب ہم نے کمیونسٹ حکمرانوں کو دیکھا تو زار کی قیصریت ان کے گھروں میں ناچ رہی تھی، ان مشاہدوں اور تجربوں کے بعد ہی رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ حکمت کی عظمت سمجھ میں آتی ہے (۵۸)۔

مندرجہ بالا احادیث میں سے ایک حدیث کا یہ مضمون ہے کہ جس وقت آپ کا وصال ہوا اس وقت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جو وغیرہ کے دانوں کا جو ظرف تھا، اس میں صرف آدھا وسق جو تھی، یعنی جو اناج کا کوئی بڑا ذخیرہ آپ چھوڑ کر نہیں گئے بلکہ صرف اتنا تھا کہ بمشکل ایک وقت کا گزارہ ہوسکے لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتنی برکت ہوئی کہ وہ جو کئی دن تک استعمال ہوتے رہے حتیٰ کہ ایک دن حضرت عائشہ صدیقہ نے ان کو ماپ لیا تو وہ جلد ختم ہوگئے۔ شارحین حدیث نے اس حدیث کے حوالے سے کہا ہے کہ اس ظرف کا برتن میں موجود چیز کو اس طرح ماپ کر استعمال کرنا باعث برکت نہیں بلکہ باقی ذخیرہ ختم کرتا ہے (۵۹)

فائدہ: رسول اکرم ﷺ کی دعاء کے سلسلے میں یہاں چار روایات مذکور ہیں اور ان کا مفہوم تقریبا یکساں ہے، پہلی دو سندوں کے الفاظ بھی ایک جیسے ہیں جبکہ تیسری سند میں اختلاف یوں ہے کہ امام مسلم کے تین اساتذہ ابوبکر بن ابی شیبہ، زہیر بن حرب اور ابو کریب کی روایت میں الفاظ ہیں "اللّٰھم اجعل رزق لٓ" جبکہ ان کے ایک اور شیخ عمرو الناقد کی روایت میں "اللّٰھم ارزق" ہے، چوتھی سند لانے سے مقصد یہ ہے کہ اعمش سے روایت کرنے والے وکیع کی روایت میں لفظ "قوتا" ہے جبکہ ان سے روایت کرنے والے ابواسامہ کی روایت میں "کفافا" کا لفظ ہے، کچھ شارحین کے ہاں یہ ہم معنی ہیں (۶۰) جبکہ دیگر شارحین نے اس فرق کی نشاندہی کی ہے کہ "قوت" سے مراد اتنی مقدار کہ انسان کی بنیادی ضرورت کی تکمیل ہوسکے جبکہ "کفاف" تنگدستی اور خوش عیشی کے درمیانی حالت (مختصر فارغ البالی) کا نام ہے اور "کفاف" کا لفظ زیادہ مناسب ہے کہ انسان تنگدستی اور غیر ضروری خوشحالی دونوں کے نقصانات سے اسی درمیانی حالت میں محفوظ رہ سکتا ہے (۶۱)۔

آپ کی معاشی زندگی سے متعلق یہاں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے جو آخری حدیث منقول ہے، اس کی دو روایات بظاہر باہمی متعارض ہیں کہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی سفیان ہیں، ان سے عبدالرحمن یہ روایت کرتے ہیں کہ "جس وقت آپ کا وصال ہوا اس وقت ہم کھجور و پانی کی خوراک سیر ہو کر استعمال کرنے لگے" جبکہ ان سے اشجعی اور ابواحمد کی روایت یہ ہے کہ "اس وقت ہم کھجور و پانی سے سیر نہیں ہوئے تھے" اس سلسلے میں علامہ ابی کا کہنا یہ ہے کہ جس روایت میں سیر ہونے کی نفی ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ ہم مسلسل سیر نہیں ہوتے تھے، گویا اکثر ہوجاتے اور کبھی نہیں بھی کہ اہل بیت میں ایثار کا جذبہ بھی تو بہت تھا (۶۲)۔

یہاں کھجور اور پانی پر "اسودین" کا اطلاق کیا گیا ہے اسکو عربی لغت میں تغلیب کہا جاتا ہے کہ جب دو مختلف چیزوں کو تثنیہ کی صورت میں ذکر کرنا ہو تو ایک کو غالب قرار دیکر اس کا تثنیہ بنادیا جاتا ہے چنانچہ "اسود" کا اطلاق صرف کھجور پر ہوتا ہے اس کے ساتھ پانی کو ذکر کرنے کے لئے اس کو غالب قرار دیکر تثنیہ بنادیا گیا جیسے شمس و قمر

arfat.com

(سورج و چاند) کو اگر تثنیہ کے طور پر ذکر کیا جائے تو "قمرین" کہا جاتا ہے اور حضرات شیخین ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کو "عمرین" ذکر کیا جاتا ہے۔

حقداروں میں فرق مراتب اور صبر کی اہمیت

حدثنی ابوالطاھر احمد بن عمرو بن سرح انا ابن وھب حدثنی ابوھانی سمع اباعبدالرحمن الحبلی یقول سمعت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما و سالہ رجل فقال الستا من فقراء المھاجرین فقال لہ عبد اللہ الک امراۃ تاوی الیھا قال نعم قال الک مسکن تسکنہ قال نعم قال فانت من الاغنیاء قال فان لی خادما قال فانت من الملوک.

قال ابوعبد الرحمن و جاء ثلثۃ نفر الی عبد اللہ بن عمرو بن العاص و انا عندہ فقالوا لہ یا ابا محمد و اللہ ما نقدر علی شیٔ لانفقۃ و لادابۃ و لامتاع فقال لھم ما شئتم ان شئتم رجعتم الینا فاعطیناکم ما یسر اللہ لکم و ان شئتم ذکرنا امرکم للسلطان و ان شئتم صبرتم فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان فقراء المھاجرین یسبقون الاغنیاء یوم القیمۃ الی الجنۃ باربعین خریفا قالوا فانا نصبر لانسال شیئا.

(عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے ایک شخص نے پوچھا کیا ہم ضرورت مند مہاجرین میں سے نہیں ہیں، عبد اللہ نے کہا کیا تمہاری بیوی ہے جس کے پاس تم رہتے ہو؟ وہ بولا جی ہاں عبد اللہ نے کہا تم امیروں میں سے ہو وہ بولا میرے پاس ایک خادم بھی ہے۔ عبد اللہ نے کہا پھر تو تم بادشاہوں میں سے ہو ابو عبد الرحمان کہتے ہیں تین آدمی عبد اللہ بن عمرو بن عاص کے پاس آئے میں اس

Marfat.com

کے پاس موجود تھا وہ کہنے لگے اے ابامحمد! قسم خدا کی ہم کو کوئی چیز میسر نہیں نہ خرچ ہے نہ سواری نہ اسباب عبد اللہ نے کہا تم جو چاہو گے میں کروں گا، اگر چاہتے ہو تو ہمارے پاس چلے آؤ ہم تو کو وہ دیں جو اللہ نے تمہاری تقدیر میں لکھا ہے اور اگر کہو تو ہم تمہارا ذکر حاکم سے کریں اور اگر چاہو تو صبر کرو اس لیے کہ میں نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے فقراء مہاجرین مالداروں سے چالیس برس پہلے (جنت میں) جائیں گے وہ کہنے لگے ہم صبر کرتے ہیں اور کچھ نہیں مانگتے)۔

یہ حدیث دو واقعات پر مشتمل ہے اور ان دونوں کے راوی ابو عبد الرحمن حبلی ہیں جن کا نام عبد اللہ بن یزید مصری ہے۔ پہلا واقعہ یہ ہے کہ ایک شخص نے غالباً اپنے آپ کو مال فی (وہ مال جو دشمن سے بغیر کسی جنگ و جدل کے حاصل ہو) (۶۳) کا اس بناء پر مستحق قرار دیا کہ وہ فقراء مہاجرین میں سے ہے (۶۴) تو اس کے جواب میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما نے جو اظہار خیال کیا اس سے نہ تو اس کے استحقاق کی نفی مقصود تھی اور نہ ہی اس کے ضرورت مند ہونے اور ہجرت کا انکار، مقصد یہ تھا کہ سائل کی ظاہری حیثیت اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ اس مال فیٔ کے لئے اس سے زیادہ مستحق ان افراد کو ترجیح دی جائے جن کو مکان کی ضرورت ہے اور جن کا ابھی تک نکاح نہیں ہوا (۶۵) گویا مکان کی طرح شادی کی ضرورت کو بھی اسلام نے بنیادی ضروریات میں سے شمار کیا ہے۔

غرضیکہ اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ زیادہ مستحق افراد پر توجہ دے تاکہ معاشرتی عدم توازن کا سد باب کیا جاسکے۔

دوسرے واقعہ کے مطابق تین افراد نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہما کے پاس آکر اپنی ضرورت کا ذکر کیا اور بتایا کہ ان کے پاس ضروری خرچ کے لئے رقم، بیچنے کے لئے سامان اور جہاد یا حج کرنے کے لئے سواری وغیرہ نہیں ہے اور مقصد یہ تھا کہ اس سلسلہ میں ان سے تعاون حاصل کریں، چنانچہ انہوں نے تعاون کی مختلف صورتیں ان کے سامنے رکھیں کہ وہ جو چاہے اختیار کرلیں یعنی یا تو وہ دوبارہ

arfat.com

آجائیں تو ان کی ضروریات پوری کردی جائیں گی اور اگر چاہیں تو حکومت سے تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اگر مناسب سمجھیں تو صبر سے کام لیں اور پھر اس آخری تجویز کی وجہ بھی بتادی تاکہ اسے کہیں ٹال مٹول کا روایتی حربہ گمان نہ کرلیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ روز قیامت، مہاجر فقراء، مالداروں سے چالیس سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے، چنانچہ ان حضرات نے آخرت کے مقام کے حصول کی خاطر صبر کی راہ اختیار کی۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اس دور میں عدل و انصاف حکومتی نظام، معاشرے اور لوگوں کے مزاج کا ایک بنیادی حصہ تھا، اس لئے اس ماحول میں صبر کی تلقین اپنا حقیقی مفہوم رکھتی تھی، لیکن اگر معاشرہ فساد پر مبنی ہو، نظام ظلم کا تسلط ہو اور عمومی مزاج لالچ اور ہوس کا ہو، ایسے میں صبر کی ترغیب، ظلم سہنے کی دعوت کے مترادف گردانی جاتی ہے۔ جیسا کہ اہل جور و جفا مظلوم و محروم افراد کو صبر کی تلقین کرتے ہیں ان معنوں میں کہ وہ ان کی راہ میں رکاوٹ نہ بنیں اور انہیں کھل کھیلنے کا موقع دیتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں صبر کی تلقین کی بجائے اقدام کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس حدیث سے اس دور کے معاشرے کے اس مزاج کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہاں عاقبت اندیشی کس قدر تھی کہ پائیدار اور دائمی فائدے کی خاطر وقتی و عارضی آسائش کو ترک کرنے کا عزم ظاہر کیا گیا، اور یہی زہد کا مفہوم ہے کہ عارضی فوائد پر مستقل اور دائمی فائدے کو ترجیح دی جائے۔

فائدہ: بعض احادیث میں مہاجر فقراء کی بجائے مسلم فقراء کا ذکر ہے، جو پانچ سو برس قبل جنت میں جانے کا بھی تذکرہ ہے۔ تو شارحین حدیث نے اس کے بیچ تطبیق یوں بیان کی ہے کہ ہر دور کے فقراء اپنے دور کے اہل مال سے جنت لے جائیں گے، مال کو نیک کاموں میں خرچ کرنے والوں سے چالیس برس اور دیگر تمام صاحب مال سے پانچ سو برس کا فاصلہ ہوگا جبکہ قیامت کا ایک دن ایک ہزار برس کے برابر ہوگا (٦٦)

آثار قدیمہ کے بابت رویہ

حدثنا یحیی بن ایوب و قتیبة بن سعید و علی بن حجر

جميعا عن اسماعيل قال ابن ايوب نا اسماعيل بن جعفر اخبرني عبدالله بن دينار انه سمع عبد لله بن عمر رضى الله عنهما يقول قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاصحاب الحجر لاتدخلوا على هؤلاء القوم المعذبين الا ان تكونوا باكين فان لم تكونوا باكين فلاتدخلوا عليهم ان يصيبكم مثل ما اصابهم.

(عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے وہ کہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے اصحاب حجر (یعنی ثمود کے لوگ جو سب کے سب فرشتہ کی چنگھاڑ سے ہلاک ہوگئے) کی بابت فرمایا (غزوہ تبوک میں اس قوم کے گھر ادھر ہی تھے) مت جاؤ ان عذاب والے لوگوں پر (یعنی ان کے گھروں میں) مگر روتے ہوئے (خدا کے خوف سے اور پناہ مانگتے ہوئے اس کے عذاب سے) اگر تم پر گریہ طاری نہ ہو تو وہاں مت جاؤ ایسا نہ ہو تم کو وہ عذاب آ لگے جو ان پر آیا تھا۔)

حدثني حرملة بن يحيى انا ابن وهب اخبرني يونس عن ابن شهاب و هو يذكر الحجر مساكن ثمود قال سالم بن عبدالله ان عبد الله بن عمر رضى الله عنهما قال مررنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على الحجر فقال لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتدخلوا مساكن الذين ظلموا انفسهم الا ان تكونوا باكين حذرا ان يصيبكم مثل ما اصابهم ثم زجر فاسرع حتى خلفها.

(عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجر پر سے گزرے آپ نے فرمایا مت جاؤ ظالموں کے گھروں میں مگر روتے ہوئے اور بچو کہیں تم کو بھی وہ عذاب نہ ہو جو ان کو ہوا تھا پھر آپ نے اپنی سواری کو ڈانٹا اور تیز چلایا یہاں تک کہ حجر پیچھے رہ گیا۔)

حدثنی الحکم بن موسی ابو صالح نا شعیب بن اسحاق انا عبید اللہ عن نافع ان عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اخبرہ ان الناس نزلوا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الحجر ارض ثمود فاستقوا من آبارھا و عجنوا بہ العجین فامرھم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ان یھریقوا ما استقوا و یعلفوا الابل العجین وامرھم ان یستقوا من البئر التی کانت تردھا الناقۃ.

حدثنا اسحاق بن موسی الانصاری نا انس بن عیاض حدثنی عبید اللہ بھذا الاسناد غیر انہ قال فاستقوا من بئارھا و اعتجنوا بہ

(عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اترے حجر میں (یعنی ثمود کے ملک میں) انہوں نے وہاں کے کنوؤں کا پانی پینے کے لیے لیا اور اس پانی سے آٹا گوندھا. رسول اللہ ﷺ نے ان کو اس پانی کے بہا دینے کا حکم دیا جو پینے کے لیے لیا تھا اور آٹے کے بارے میں حکم دیا کہ اونٹوں کو کھلا دیں اور ارشاد فرمایا کہ پینے کا پانی اس کنویں سے لیں جس پر صالح علیہ السلام کی اونٹنی آتی تھی۔)

ان احادیث میں بتایا گیا ہے کہ جب اہل ایمان کا گزر اہل ظلم کے آثار قدیمہ سے ہو تو وہاں ان کو بلا ضرورت زیادہ دیر نہیں ٹھہرنا چاہیے اور یہ کہ ٹھہرنے کے دوران میں اس اندیشے سے دل لرزاں اور آنکھیں اشکبار ہوں کہ بد عملی کے نتیجے میں کہیں ہمارا انجام بھی ان تباہ شدہ اقوام کی مانند نہ ہو. کیونکہ اس قسم کے آثار قدیمہ قدرت کے مکافات عمل کی منہ بولتی تصویر ہیں اور اس سے اس امر کا احساس بھی ذہن میں مستحضر رہنا چاہیے کہ اعمال بد اور افعال ظلم کی سزا آخرت کے علاوہ دنیا میں بھی ملتی ہے جس کے یہ کھنڈرات جیتا جاگتا ثبوت ہیں لہذا ایسے مقام پر جا کر آثار بد کا اہتمام ان افراد کی زندگی دے سکتا ہے جو اس دنیا کی تاریخ سے ناواقف, اعمال بد کے انجام سے غافل

اور قوانین قدرت سے نابلد ہوں جبکہ اہل فکر و بصیرت کے لئے ظلم پیشہ افراد کے کھنڈرات پر جانے کا مقصد صرف حصول عبرت ہونا چاہیئے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے بھی غزوۂ تبوک کے دوران قوم ثمود کی اجاڑ بستیوں (جو کہ حجر میں واقع تھیں جو شام و حجاز کے درمیان علاقہ ہے) پر سے گزرتے وقت یہی حکم دیا تھا کہ ان بستیوں میں سوائے عبرت اور بدکاروں کے انجام کے استحضار کی کیفیت کے داخل نہ ہوا جائے اور خود آپ نے بھی اونٹنی کو یہاں تیزی کے ساتھ گزارا اور یہی حکم ہے مکہ مکرمہ کے قریب وادی محسر سے گزرنے کا کہ وہاں خانہ کعبہ پر حملہ آور اصحاب فیل ہلاک کئے گئے تھے(٦٧)

علاوہ ازیں قوم ثمود کی بستیوں کے قریب پڑاؤ کے وقت جب صحابہ کرام نے کنوؤں سے پینے کے لئے پانی نکالا اور اس سے آٹا وغیرہ گوندھا تو فوراً پانی بہانے اور آٹا اونٹوں کو کھلانے کا حکم دیا کہ اس قسم کے مقامات پر عذاب خداوندی کے اثرات ہر چیز پر موجود ہوتے ہیں اور اس کنوں سے پانی لینے کا بھی حکم فرمایا جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی صداقت کے لئے ظاہر کردہ اونٹنی جسے قرآن حکیم میں ناقۃ اللہ کہا گیا ہے پانی پیتی تھی(٦٨)

درحقیقت قوم ثمود کو سرمایہ پرستی نے اندھا کردیا تھا اور مرض تکبر اس میں سرایت کر گیا تھا چنانچہ اس نے ایک مرد خدا کی صدائے پیہم اور انذار بلیغ پر کوئی توجہ نہ دی بلکہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مستضعفین کے سامنے انتہائی ڈھٹائی سے ان کا اور پیغام خداوندی کا انکار کیا، یہی نہیں بلکہ اونٹنی کے کونچے کاٹ ڈالے اور اسے ہلاک کر کے عذاب خداوندی کے مستحق ہوگئے(٦٩)

حدیث سے اہل کفر و ظلم کے آثار سے پرہیز اور اہل خیر اور نیک لوگوں کے آثار سے تبرک کے حصول کے ثبوت کے علاوہ اس امر کا ذکر ملتا ہے کہ ایسی خوراک جس سے انسانوں کو منع کردیا گیا ہو جانوروں کو کھلائی جاسکتی ہے(٧٠)

فائدہ: پہلی روایت شعیب بن اسحاق کی ہے جبکہ عبید اللہ کی دوسری روایت انس بن عیاض کے حوالے سے ہے اور اس میں "آبارھا" کی جگہ "بئارھا" ہے اور

"عجنوا" کی جگہ "اعتجنوا" ہے لیکن دونوں روایتوں کا مفہوم یکساں ہے بنار اور آبار دونوں بئر کی جمع ہیں اول الذکر جمع قلت ہے جس میں تین سے دس کے درمیان افراد ہوتے ہیں اور موٴخرالذکر جمع کثرت ہے جس میں دس سے زیادہ افراد ہوتے ہیں (۱۷)

بیواؤں، ضرور تمندوں اور یتیموں سے حسن سلوک

حدثنا عبداللہ بن مسلمة بن قعنب نا مالک عن ثور بن زید عن ابی الغیث عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنه عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال الساعی علی الارملة و المسکین کالمجاہد فی سبیل اللہ عزوجل و احسبنه قال و کالقائم لایفتر و کالصائم لایفطر.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص بیواؤں اور ضرورت مندوں کے لیے کمائے اور محنت کرے وہ اللہ تعالی کی راہ میں جہاد کرنے والے کی مانند ہے اور میں سمجھتا ہوں یہ بھی فرمایا اور اس شخص کی مانند ہے جو نماز کے لیے کھڑا رہے اور نہ تھکے اور اس روزہ دار کی مانند ہے جو روزہ ناغہ نہ کرے۔)

حدثنی زہیر بن حرب نا اسحاق بن عیسی نا مالک عن ثور بن زید الدیلی قال سمعت ابا الغیث یحدث عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالی عنه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کافل الیتیم له او لغیرہ انا و ہو کہاتین فی الجنة و اشار مالک بالسبابة و الوسطی

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی خبر گیری کرنے والا خواہ اس کا عزیز ہو یا غیر ہو جنت میں اس طرح سے ساتھ ہوں گے جیسے یہ دو انگلیاں اور (امام) مالک نے اشارہ کیا کلمہ شہادت کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے۔)

Marfat.com

اسلام، دین رہبانیت نہیں کہ انسان کو محض ایسی عبادات کا مکلف بنادیا گیا ہو جن کا تعلق اس کی ذات سے ہے بلکہ اس میں لوگوں کے حقوق کی ادائیگی بھی اتنی ہی اہم ہے، اسی بناء پر اس دین کی حامل امت کو "امت وسط" قرار دیا گیا ہے(۷۲) کہ یہ معتدل و متوازن رویہ اور عمل کی مالک ہے۔

امت محمدیہ نے ایک طرف رہبانیت کو انسانیت پر ظلم قرار دیا اور دوسری طرف احکام خدا اور رسول پر مرمٹنے کا جذبہ پیدا کیا اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج کے مالک بن کر دنیا کو یہ دکھلادیا کہ دیانت و سیاست یا دین و دنیا میں بیر نہیں، مذہب صرف مسجدوں یا خانقاہوں کے گوشوں کے لئے نہیں آیا بلکہ اس کی حکمرانی بازاروں اور دفتروں پر بھی ہے اور وزارتوں اور امارتوں پر بھی۔ اس نے بادشاہی میں فقیری اور فقیری میں بادشاہی سکھلائی(۷۳)

ان احادیث میں اس پر زور دیا گیا ہے کہ فارغ البال اور زیادہ کمانے والے افراد کا فرض ہے کہ وہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کی خبر گیری کریں لیکن یہ واضح رہے کہ کسی ضرورت مند کو چند لقمے دیکر اس کا پیٹ بھر دینا خبر گیری نہیں ہے بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک آدمی کو لکڑیاں بیچ کر خود کمانا سکھایا، یہ ہے درحقیقت خبر گیری کرنا، آج کے معاشرے میں جس نامناسب طریقے سے ضرورت مندوں کو زکوۃ وغیرہ دی جاتی ہے یہ ان کو تباہ کرنے کا بدترین ذریعہ ہے، ضرورت ہے کہ اہل حاجت و ضرورت کی خبر گیری کے لئے جابجا منظم ادارے ہوں جہاں ان کی بنیادی ضروریات کی تکمیل اس طرح ہو کہ ان کی انسانیت کو صدمہ نہ پہنچے اور جو لوگ کام کرسکتے ہوں ان کے لئے کام بہم پہنچایا جائے، اسی ذیل میں ضرورت ہو تو ان کے لئے آلات کار بہم پہنچائے جائیں(۷۴)

اسلام کے نظام معیشت میں بلاشبہ زیادہ کام والے افراد موجود ہوں گے کیونکہ سعی و کسب کے بغیر کوئی مومن زندہ ہی نہیں رہ سکتا لیکن جو فرد جتنا زیادہ کمائے گا، اتنا ہی زیادہ انفاق پر مجبور بھی ہوگا اور اس لئے افراد کی کمائی جتنی بڑھتی جائے گی اتنی ہی زیادہ جماعت (SOCIETY) بحیثیت جماعت کے خوشحال ہوتی جائے گی، قابل اور

Marfat.co

مستند افراد زیادہ سے زیادہ کمائیں گے لیکن صرف اپنے ہی لئے نہیں کمائیں گے بلکہ تمام افراد قوم کیلئے کمائیں گے، یہ صورت پیدا نہ ہوسکے گی کہ ایک طبقہ کی کمائی دوسرے طبقوں کے لئے محتاجی و مفلسی کا پیام ہوجائے جیسا کہ اب عام طور پر ہورہا ہے(۷۵) اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرد انسانی کی ساخت کچھ ایسی رکھی ہے کہ وہ معاشرے ہی میں ترقی کرسکتا ہے کیونکہ انفرادی زندگی میں اسے اپنی پوشیدہ قوتوں کو بروئے کار لانے کا موقعہ نہیں ملتا اور وہ جامد ہو کررہ جاتا ہے، چونکہ فرد کی جمود اور تعطل کی حالت کا اثر معاشرے پر از خود پڑتا ہے اس لئے معاشرے کو ان مضر اثرات سے بچانے کیلئے افراد کی خبر گیری ضروری ہے اور جو معاشرہ اور اجتماع ضرورت مند افراد کی خبر گیری ہی نہیں کرتا تو اس کا نام معاشرہ اور اجتماع رکھنا ہی ظلم ہے(۷۶) کیونکہ معاشرہ اور اجتماع تو افراد کی خبر گیری کے لئے وجود میں آتا ہے۔

پہلی حدیث میں بیواؤں اور ضرور تمندوں کی ضروریات کی تکمیل کو راہ خدا میں جہاد، مسلسل نماز، اور لگاتار روزے رکھنے کے عمل کے برابر قرار دیکر انسانی حقوق کی خبر گیری کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے، جبکہ دوسری حدیث میں یتیم کی کفالت، اس کی مادی و روحانی ضروریات کا اہتمام اور اس کی تعلیم و تربیت سے عہدہ برآ ہونے والے کے لئے یہ عظیم خوشخبری ہے کہ وہ جنت میں رسول اکرم ﷺ سے اس قدر قریب ہوگا جیسے انگوٹھے کے ساتھ والی دو انگلیاں ہیں، اس تشبیہ سے مقصود اس شخص کے مقام قربت کو واضح کرنا ہے نیز اس کے اور آپ کے درجات میں فرق بتانا ہے جیسے دو انگلیوں میں فرق ہے۔

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں انگلیوں سے اشارہ امام مالک نے کیا لیکن ابن بکیر کی موطا میں ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے از خود اشارہ کیا ہے۔

مساجد کی تعمیر

حدثنی ھارون بن سعید و احمد بن عیسی قالا نا ابن

Marfat.com

وهب اخبرنی عمرو و هو ابن الحارث ان بکیرا حدثه ان عاصم بن عمر بن قتادة حدثه انه سمع عبید الله الخولانی یذکر انه سمع عثمان بن عفان رضی الله عنه عند قول الناس فیه حین بنی مسجد الرسول صلی الله علیه وسلم انکم قد اکثرتم و انی سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من بنی مسجدا قال بکیر حسبت انه قال یبتغی به وجه الله بنی الله له مثله فی الجنة و فی روایة هارون بنی الله له بیتا فی الجنة.

(عبید اللہ خولانی سے روایت ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے مسجد نبوی کو (نئے سرے سے) بنایا تو لوگوں نے اس سلسلے میں کافی باتیں کیں، حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا تم نے بہت باتیں بنائیں حالانکہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جو شخص مسجد خالص خدائے تعالی کی رضا حاصل کرنے کے لئے بنائے اللہ اس کے لئے کے لئے ویسا ہی ایک گھر جنت میں بنادے گا)۔

حدثنی زهیر بن حرب و محمد بن مثنی کلاهما عن الضحاک قال ابن مثنی ناالضحاک بن مخلد انا عبد الحمید بن جعفر نا ابی عن محمود بن لبید ان عثمان بن عفان رضی الله تعالی عنه اراد بناء المسجد فکره الناس ذلک و احبوا ان یدعه الی هیئته فقال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم من بنی مسجدا لله بنی الله له فی الجنة مثله

و حدثناه اسحاق بن ابراهیم انا ابوبکر الحنفی و عبدالملک بن الصباح کلاهما عن عبد الحمید بن جعفر بهذا الاسناد غیر ان فی حدیثهما بنی الله له بیتا فی الجنة

(محمود بن لبید سے روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد نبوی (از سر نو) بنانے کا ارادہ کیا لوگوں نے اس کو برا جانا اور یہ پسند کیا کہ وہ مسجد اسی شکل میں رہے (جیسے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی) تو انہوں (حضرت عثمان) نے کہا میں نے سنا ہے رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے ایک مسجد بنائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بنائے گا)۔

خلیفہ راشد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کے دور میں تمام معاشرے میں خوشحالی آ گئی اور ہر شخص نے اپنی پسند کے مطابق اپنی رہائش گاہ تعمیر کرلی نیز آبادی میں اضافہ ہو گیا لیکن اس وقت مسجد نبوی اسی پرانی حالت پر قائم تھی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ اس کے معیار تعمیر کو بہتر اور اس کی حدود میں توسیع کی جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ افراد اس میں سما سکیں، اس پر کچھ افراد کو اشکال ہوا اور انہوں نے اسے ناگوار جانا کہ پرانی ہیئت و شکل کو تبدیل کیا جائے، اس پر حضرت عثمان نے رسول اکرم ﷺ کے حوالے سے مسجد بنانے کی فضیلت بیان کی کہ مسجد کی توسیع اور اس کی از سر نو تعمیر کا ثواب ایک نئی مسجد بنانے کی مانند ہے کیونکہ دونوں کے مقاصد یکساں ہیں (۷۸)

مسجد درحقیقت ایک اسلامی معاشرے کا بنیادی مرکز ہے جیسے وہ ایک عبادت گاہ ہے، اسی طرح وہ مسلمانوں کے معاشرتی مسائل حل کرنے کی رہنمائی فراہم کرنے والا ادارہ بھی ہے، چنانچہ دور نبوی اور خلافت راشدہ میں مسلمانوں کے اجتماعی فیصلے مسجد میں ہی ہوا کرتے تھے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی میں ہی دیگر افراد کے برعکس ایک سے زائد چادر لینے پر احتساب کیا گیا تھا، مسجد میں ہی مال غنیمت جمع کیا جاتا اور وہیں سے تقسیم کیا جاتا رہا ہے۔ دور نبوی میں بیرونی وفود بھی مسجد میں رسول اکرم ﷺ سے گفت و شنید کیا کرتے تھے، اسی طرح مسجد نبوی کے ساتھ ملحقہ جگہ جنگی تربیت کے لیے استعمال کی جاتی تھی، علاوہ ازیں ملحقہ میں ہی جنگی قیدی ٹھہرائے جاتے تھے نیز اسی جگہ زخمیوں کے علاج کے لیے خیمہ نصب کرنے کی بھی روایت ہے۔

Marfat.com

مسجد میں صفہ نامی چبوترہ ایک تعلیم گاہ کا کردار ادا کرتا تھا حتی کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد خلافت میں مسجد نبوی کے متصل ادبی سرگرمیوں کے لئے بھی ایک جگہ مختص کی گئی تھی (۷۹) غرضیکہ حقیقی معنوں میں مسجد کا کردار ہمہ جہتی اور روحانی و معاشرتی دونوں حیثیتوں کا حامل ہے، ظاہر ہے کہ اسقدر اہم مرکز کی تعمیر و توسیع بلاشبہ نہایت درجہ فضیلت کی حامل ہے۔

قرون اولی کے اندر مسجد معاشرے کی اجتماعیت کا مظہر ہوتی تھی اسی لئے شہر میں نماز جمعہ گنے چنے مقامات پر ہوتی اور یوں اجتماعیت قائم رہتی لیکن اب مساجد کی تعمیر بالعموم اجتماعیت کے قیام کی بجائے فرقہ واریت، ذاتی وقار اور دینداری کی نمود و نمائش کا مظہر بن گئی ہے، اسی بناء پر معمولی اور بے بنیاد اختلاف تک کو ذاتی انا کا مسئلہ بنا کر غیر ضروری طور پر نئی مسجدیں کھڑی کردی جاتی ہیں اور یوں اس روش سے مسجد کا کردار مجروح ہو کر رہ گیا ہے اور پھر ان مساجد کا کردار بہت محدود کردیا گیا ہے اور اس کو معاشرتی رہنمائی کے منصب سے علیحدہ کردیا گیا، آج معاشرے میں عدلیہ و انتظامیہ کے دفاتر اور تعلیمی اداروں کو جو اہمیت حاصل ہے، مسجد کی اہمیت اس حوالے سے کہیں کمتر بنادی گئی ہے، واضح رہے اسلامی معاشرہ کا قیام اس وقت تک مشکوک ہے جب تک کہ مسجد کو اس کا حقیقی مقام نہیں دیاجاتا کیونکہ دنیا کی تمام مساجد درحقیقت قرون اولی والی مسجد نبوی کی شاخیں ہیں اس لئے مسجد نبوی کا ہی کردار ان مساجد سے ظاہر ہونا چاہیے۔

مسجد کے روحانی و معاشرتی مرکز ہونے کے ناطے ہی خلفاء راشدین اور بعد کے خلفاء بھی نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبات دیتے رہے گویا مسجد کو امامت کبری (خلافت و سیاسی قیادت) اور امامت صغری (نمازوں کی پیشوائی) دونوں کا مرکز ہونا چاہیے۔

فائدہ: امام مسلم نے حسب معمول روایت بیان کرنے میں اپنی احتیاط کو ملحوظ رکھا ہے چنانچہ پہلی حدیث میں ان کے دو اساتذہ ہارون بن سعید ایلی اور احمد بن عیسی ہیں، ہارون کی روایت میں "بیتا" کا لفظ ہے جبکہ احمد کی روایت میں "مثلہ" کا لفظ ہے۔

اگلی دونوں حدیثوں میں بھی اسی نوعیت کا لفظی فرق ہے۔ مسند میں ایک راوی عبد الحمید بن جعفر ہیں ان کے تین شاگرد ہیں ضحاک بن مخلد، ابوبکر حنفی اور عبد الملک بن صباح، ضحاک "مثلہ" کے لفظ کے راوی ہیں جبکہ بقیہ دو حضرات "بیتنا" کا لفظ روایت کرتے ہیں۔

ضرورتمندوں کے لئے آمدنی کا تہائی حصہ

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ و زھیر بن حرب و اللفظ لأبی بکرٍ قالا نا یزید بن ھارون انا عبدالعزیز بن ابی سلمۃ عن وھب بن کیسان عن عبید بن عمیر اللیثی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بینا رجل بفلاۃ من الارض فسمع صوتا فی سحابۃ اسق حدیقۃ فلان فتنحی ذلک السحاب فافرغ ماءہ فی حرۃ فاذا شرجۃ من تلک الشراج قد استوعبت ذلک الماء کلہ فتتبع الماء فاذا رجل قائم فی حدیقتہ یحول الماء بمسحاتہ فقال لہ یاعبد اللہ ما اسمک قال فلان للاسم الذی سمع فی السحابۃ فقال لہ یاعبد اللہ لم سالتنی عن اسمی قال انی سمعت صوتا فی السحاب الذی ھذا ماءہ یقول اسق حدیقۃ فلان لاسمک فماذا تصنع فیھا قال اما اذ قلت ھذا فانی انظر الی مایخرج منھا فاتصدق بثلثہ و اکل انا و عیالی ثلثا و ارد فیھا ثلثا.

(ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایکبار ایک شخص میدان میں (جارہا) تھا اس نے بادل میں ایک آواز سنی فلاں کے باغ کو پانی سے سینچ دے۔ (اس آواز کے بعد) بادل ایک طرف چلا اور ایک پتھریلی زمین

میں اس نے پانی برسایا تو دفعتاً وہاں کی نالیوں میں سے ایک نالی بالکل لبالب ہو گئی، سو وہ شخص برستے پانی کے پیچھے پیچھے گیا اچانک ایک شخص کو دیکھا کہ اپنے باغ میں کھڑا پانی کو اپنے پھاوڑے سے ادھر ادھر کررہا تھا سو اس نے باغ والے شخص سے کہا اے خدا کے بندے تمہارا کیا نام ہے، اس نے کہا فلاں نام ہے، وہی نام جو بادل میں سنا تھا پھر باغ والے نے اس شخص سے کہا اے خدا کے بندے تم نے میرا نام کیوں پوچھا وہ بولا میں نے بادل میں ایک آواز سنی جس کا یہ پانی ہے کوئی تمہارا نام لیکر کہتا ہے فلانے کے باغ کو سینچ دے سو تم اس باغ میں کیا کرتے ہو، باغ والے نے کہا جب کہ تم نے یہ کہہ دیا تو (سنو) میں البتہ دیکھتا ہوں اس (پیداوار) کو جو اس باغ سے پیدا ہوتا ہے سو ایک تہائی اس کا راہ خدا میں خرچ کرتا ہوں اور ایک تہائی میں اور میرے بال بچے کھاتے ہیں اور ایک تہائی اس باغ (کی اصلاح اور بیج کی کاشت) میں لوٹا دیتا ہوں (خرچ کرتا ہوں)

و حدثناه احمد بن عبدة الضبی انا ابوداود نا عبدالعزیز بن ابی سلمة نا وهب بن کیسان بهذا الاسناد غیر انه قال واجعل ثلثه فی المساکین و السائلین وابن السبیل

دوسری روایت میں راہ خدا میں خرچ کرنے کی تفصیل یہ بتائی کہ ایک تہائی میں مسکینوں اور سائلوں اور مسافروں میں صرف کرتا ہوں۔

اس حدیث میں ایک واقعہ کے ذریعہ اس امر کی نشاندہی کی گئی ہے کہ انسان جو کچھ کمائے، اس کے اندر ان لوگوں کا بھی خیال رکھے جو کسی سبب سے معاشی تنگدستی کا شکار ہو گئے ہیں جیسا کہ حدیث میں مذکور شخص کا طرز عمل تھا کہ اس نے پیداوار کا ایک حصہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی ضروریات، دوسرا حصہ معاشی طور پر پسماندہ افراد کی حاجات اور تیسرا حصہ اپنے باغ کی دیکھ بھال اور متعلقہ امور کے لئے مخصوص کیا ہوا تھا، اس کے برعکس جو لوگ سرمایہ پرستی کو اپنی زندگی کا مقصد اولین بنالیتے ہیں اور جنہیں اپنے جیسے افراد کے علاوہ باقی انسانیت حقیر نظر آتی ہے، درحقیقت وہ خود مرتبۂ انسانیت سے گرجاتے ہیں چنانچہ ان کا ہی مقولہ ہے "کیا ہم انہیں کھلائیں جن کو خدا

چاہتا تو خود کھلا دیتا" (۸۰) اور اس قسم کے موقف کا اظہار دور حاضر کے زر پرستوں کی جانب سے وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے اور انہیں سے کچھ ایسے بھی ہیں کہ اپنے اس ناجائز عمل کو خدا کی مشیت اور تقدیر کے حوالے سے درست قرار دینے کی بھی جسارت کرتے ہیں جو اس عقیدے کا انتہائی یک طرفہ و غلط استعمال ہے۔ اور اگر اس موقف کو درست مان لیا جائے تو پھر کفر و شرک، ظلم و استحصال، جبر و استبداد معاشی بدحالی، اخلاقی بے راہروی اور دیگر تمام نظریاتی و سماجی برائیاں بھی سند جواز حاصل کرلیں گی اور یوں ان کے خلاف جدوجہد کا جواز بھی باقی نہیں رہے گا ایسے میں انبیاء علیہم السلام کے غزوات اور صحابہ کرام کے جہاد کی کیا توجیہ ہوگی؟

اس حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کسی شخص کا اپنے مال کے بارے میں صحیح نقطہ نظر رکھنا اور درست عمل اختیار کرنا ہی زندہ اور صحتمند علامت ہے۔ چونکہ کسی انسان کے پاس مال اس کی ضروریات اور حاجات سے زیادہ ہے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے انسانی بدن کے خلیے میں خون آتا ہے۔ اگر وہ انسان مال میں سے اپنی ضرورت کے مطابق لیکر دیگر افراد انسانی کو بھی اس میں سے ان کی ضرورت کے مطابق پہنچا دیتا ہے تو اس کی مثال ایسی ہوگی جیسے تندرست خلیہ، خون کو دوسرے خلیات کی طرف منتقل کرتا رہتا ہے، اگر وہ انسان مال جمع کرکے اپنے ہی پاس رکھے تو وہ ایسا ہے جیسے خلیے میں خون جمع ہو جائے چنانچہ اس صورت میں کہا جائے گا کہ خلیہ بیمار ہے یعنی [illegible] ہے ایسے ہی فرد انسانی کو غیر صالح، ناتندرست اور اخلاقی بیمار قرار دیا جائے گا اور اس سے بازپرس کی جائے گی۔ الغرض معاشرے میں فرد کی صالحیت اس پر موقوف ہے کہ اس نے دیگر پسماندہ افراد کی ضروریات پورا کرنے میں کس قدر تعاون کیا۔

انسان کو اس سلسلے میں حدیث نبوی کے مطابق اس بات کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے کہ کوئی شخص اس کے ہمسائے میں بھوکا نہ ہو [illegible] جب اس اصول پر عمل درآمد شروع ہوگا تو اسے اپنی دنیا ہی بدلی ہوئی نظر آئے گی اور چونکہ اس معاشرے میں کوئی شخص بے زر نہ رہ سکے گا جس میں انسانیت پر ظلم ہو رہا ہو (۸۱) احادیث سے معلوم ہوا کہ [illegible] ذاتی ضرورت کے لئے جائداد کا حصول نیک عمل ہے اگر مقصد اپنے دین و [illegible]

Marfat.com

عیال کی حفاظت ہو جبکہ تعیش کیلئے اور بلاضرورت جائداد بنانے سے روکا گیا ہے (۸۲)۔

فائدہ: اس حدیث کی دو سندیں یہاں مذکور ہیں، عبد العزیز بن ابی سلمہ کے دو شاگرد ہیں یزید بن ہارون اور ابوداود، یزید کی روایت میں جملہ ہے کہ "میں ایک تہائی حصہ صدقہ کرتا ہوں" اور ابوداود کی روایت میں اسی جملہ کی تشریح ہے کہ "میں ایک تہائی حاجت مندوں، ضرورت مندوں اور مسافروں پر خرچ کرتا ہوں" گویا صدقہ کا مفہوم دوسری روایت سے واضح ہو گیا۔

نمائشی نیک عمل کی حقیقت

حدثنی زهیر بن حرب نا اسماعیل بن ابراهیم اخبرنی روح بن القاسم عن العلاء بن عبدالرحمن بن یعقوب عن ابیه عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم قال الله تبارک و تعالی انا اغنی الشرکاء عن الشرک من عمل عملا اشرک فیه معی غیری ترکته و شرکه

(ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہ نسبت اور شریکوں کے شرک سے بالکل بے پرواہ ہوں جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں میرے ساتھ میرے علاوہ کسی کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کے کام کو (ان کے حال پر) چھوڑ دیتا ہوں (یعنی جو عبادت اور عمل دکھانے اور شہرت کے واسطے ہو وہ خدا کے نزدیک مقبول نہیں مردود ہے، خدا اسی عبادت اور عمل کو قبول کرتا ہے جو خدا ہی کے واسطے خالص ہو دوسرے کا اس میں کچھ لگاؤ نہ ہو)

حدثنا عمر بن حفص بن غیاث حدثنی ابی عن اسماعیل

arfat.com

بن سمیع عن مسلم البطین عن سعید بن جبیر عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سمع سمع اللہ بہ و من رایا رایا اللہ بہ

(عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے نیک کام کرے گا اللہ تعالیٰ بھی قیامت کے دن اس کی ذلت لوگوں کو سنا دے گا اور جو شخص ریا کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کو دکھلاوے گا یعنی صرف ثواب دکھلا دے گا پر اسے کچھ نہیں ملے گا صرف حسرت ہی حسرت ہو)

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ نا وکیع عن سفیان عن سلمۃ بن کہیل قال سمعت جندبا العلقی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من یسمع یسمع اللہ بہ و من یراء یراء اللہ بہ

حدثنا اسحاق بن ابراھیم انا الملائی نا سفیان بھذا الاسناد و زاد و لم اسمع احدا غیرہ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدثنا سعید بن عمرو الاشعثی انا سفیان عن الولید بن حرب قال سعید اظنہ قال ابن الحارث بن ابی موسی قال سمعت سلمۃ ابن کہیل قال سمعت جندبا و لم اسمع احدا یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم غیرہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول بمثل حدیث الثوری و حدثناہ ابن ابی عمر نا سفیان انا الصدوق الامین الولید ابن حرب بھذا الاسناد

(جندب علقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو اپنی نیکی سنانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی برائی بیان کرتا ہے

Marfat.com

لوگوں کو سنائے گا اور جو شخص دکھانے کے لئے عبادت کرے گا خدا بھی اس کو دکھادے گا (یعنی قیامت کے دن اس کے عیب لوگوں کو دکھا دے گا یا صرف ثواب لوگوں کو دکھلاوے اور ملے گا کچھ نہیں)

ان احادیث میں ریا، یعنی ان اعمال کی حقیقت بتلائی گئی ہے جو انسان دوسروں کو دکھانے کے لئے کرتا ہے کہ ریا، شرک صغیر اور شرک خفی ہے(۸۳) کیونکہ انسان جب کوئی نیک عمل رضائے خداوندی اور خدمت انسانیت کے جذبے سے سرشار ہو کر کرتا ہے تو وہ درحقیقت دین کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے لیکن جب اس میں انسان کی ذاتی اغراض شامل ہوجائیں تو وہ اس امر کی علامت ہے کہ اس نے موقع پرستی کی راہ اختیار کرلی ہے۔ گو وہ بظاہر نیک عمل کر رہا ہے لیکن اس کے پس منظر میں اس کی نیت یہ ہے کہ وہ اس عمل کے ذریعے معاشرے میں اپنا اچھا تاثر قائم کرے اور یوں اپنی نیک نامی کے ذریعے ذاتی مفادات حاصل کرے۔ درحقیقت اس قسم کے افراد کا دین کے بارے میں رویہ سطحی اور رسمی ہوتا ہے اور جب معاشرے پر حقیقی دین کی بجائے رسمی مذہبیت کی گرفت ہوتی ہے تو موقع پرست، منافع خور اور سماج دشمن عناصر رسمی مذہبیت کی آڑ میں معاشرتی استحصال میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ ان کی ظاہری ہیئت و کردار کی وجہ سے کوئی بھی انہیں مذہب سے بے بہرہ کہہ نہیں پاتا حالانکہ حقیقت میں وہ دین کے حقیقی تقاضوں کے منکر اور فطری قوانین اور قرآنی ضابطوں کے باغی ہوتے ہیں۔

ریا، اور خود نمائی کا منفی جذبہ درحقیقت انفرادی سوچ سے جنم لیتا ہے کہ انسان اپنی ہی ذات کو محور بنالیتا ہے اور اجتماعی کاموں کی ذمہ داری سے اپنے آپ کو بالاتر سمجھنے لگتا ہے اور ہر قدم پر وہ اپنے ذاتی مفادات کو ہی مقدم رکھتا ہے اس لئے ایسا شخص کبھی بھی معاشرے کے اجتماعی مفاد کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔

قرآن حکیم میں بھی ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت کی وعید ہے جو اپنی نمازوں سے بجائے رضائے خداوندی کے حصول کے معاشرے میں اپنی نیک نامی کے خواہاں

ہیں اور دوسری طرف انسانی حقوق کے سلسلے میں اتنے بخیل واقع ہوئے ہیں کہ عام استعمال کی اشیاء تک دوسروں کو دینا گوارا نہیں کرتے (۸۴)

ان احادیث میں ریاکاری میں مبتلا افراد اور معاشرے سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان بیزاری ہے اور یہ کہ جو شخص نیک عمل میں بجائے رضائے الٰہی جس ذاتی نوعیت کے مادی فائدے کو ملحوظ رکھے گا، گویا اس کو خدا کے ساتھ شریک کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس کی اغراض فاسدہ کے حوالے کردے گا، یعنی نیک نامی اور حصول شہرت کے لئے جو کوئی کام کرے گا تو اس کا نتیجہ از روئے حدیث یہ ہوگا کہ اس کا وہ مقصد پورا کردیا جائے گا لیکن انجام کار جب عوام الناس میں شعور آئے گا تو وہ ان کی نگاہوں میں بے وقعت ہو کر رہ جائے گا اور یوں حصول شہرت کی خاطر کیا جانے والا عمل بالآخر اس کی بدنامی اور رسوائی کا باعث بنے گا اور اگر ایسا کوئی شخص اس دنیا سے نیک نام ہی چلا بھی گیا تو قیامت کے روز تو بہرکیف تمام ریاکاروں کی بدنامی اور رسوائی ہوگی اور یہ اعلان کردیا جائے گا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو بھیڑوں کے لباس میں ہیں یا بھیڑوں کی کھال میں بھیڑیے تھے۔

ریاکاری درحقیقت اس معاشرے کا ایک روگ ہے جو منافقت کا شکار اور جس میں قول و عمل کا تضاد ایک معمول سمجھا جاتا ہے۔ جہاں معاشرے کے بالادست طبقات اپنی حرص و ہوس کی خاطر عوام الناس کو مختلف سبز باغ دکھلاتے رہتے ہیں وہاں وہ اصلاح کے نام پر فساد کے عمل کو آگے بڑھاتے رہتے ہیں اور اپنی خوش بیانیوں کا بہتر تاثر قائم کرنے کے "کاروبار" میں مصروف رہتے ہیں۔ ریاکاری چونکہ جاہ پرستی کے منفی جذبہ سے پیدا ہوتی ہے اس لئے زہد کے مفہوم میں سرمایہ پرستی کی طرح جاہ پرستی سے احتراز شامل ہے۔

فائدہ: امام مسلم نے سعید بن عمرو دمشقی کی روایت میں اولاً سفیان ثوری کے حوالے سے ان کے استاذ ولید کے والد کا نام حرب ذکر کیا اور پھر سعید کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ان کے خیال میں سفیان نے ولید کے والد کا نام حارث بتایا ہے، ممکن ہے کہ نام حرب ہو اور کاشتکاری کے پیشے کے سبب حارث کہلاتے ہوں (۸۵)

بے لگام گفتگو کی مضرت

حدثنا قتيبة بن سعيد نا بكر يعنى ابن مضر عن ابن الهاد عن محمد بن ابراهيم عن عيسى بن طلحة عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول ان العبد ليتكلم بالكلمة ينزل بها فى النار ابعد مابين المشرق و بين المغرب.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا فرمایا بندہ ایسی بات کہہ بیٹھتا ہے جس کی وجہ سے آگ میں اتنا اتر جاتا ہے جیسے مشرق سے مغرب تک (جیسے کسی مسلمان کی شکایت یا حاکم وقت کے سامنے مخبری یا تہمت یا گالی، خدا، رسول خدا، قرآن یا شریعت کے بارے میں کلمۂ کفر)

وحدثناه محمد بن ابى عمر المكى نا عبد العزيز يعنى الدراوردى عن يزيد بن الهاد عن محمد بن ابراهيم عن عيسى بن طلحة عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان العبد ليتكلم بالكلمة ما يتبين مافيها يهوى بها فى النار ابعد مابين المشرق و المغرب.

(ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بندہ ایک بات کہتا ہے اور اس کے مضرات نہیں جانتا اس کے سبب سے آگ میں گرے گا اتنی دور تک جیسے مشرق سے مغرب۔)

یہاں حدیث میں زبان کے بیجا استعمال کے برے نتائج سے آگاہ کیا گیا ہے کہ درحقیقت لوگوں میں باہمی اختلاف رائے اس وقت فساد و انتشار میں تبدیل ہوجاتا ہے جب اس اختلاف کا اظہار غیر محتاط طریقے سے کیا جائے، زبان کو بے ہنگم انداز میں استعمال میں لایا جائے اور زبان دراز افراد دوسروں کی عزت سے کھیلنا اپنا حق تصور کریں، ایسی صورت میں زبان درازی، دست درازی میں تبدیل ہوجاتی ہے اور یوں

کشت و خون تک نوبت جا پہنچتی ہے۔ بسا اوقات اسی زبان سے بد زبانی اور دوسروں کی توہین کر کے زبان کو غلط طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔

چونکہ زبان انسان کے اندرونی جذبات کی آئینہ دار ہوتی ہے اس لئے اگر انسان کے اندر کفر و شرک، ظلم و ناانصافی اور استحصال و سرمایہ پرستی کے جذبات ہوں گے تو زبان سے انہی جذبات کا اظہار ہوگا اور اگر خدا پرستی، انسان دوستی اور اخوت و مساوات کے جذبات ہوں گے تو زبان ان کے اظہار کا ذریعہ بنے گی۔

اس بناء پر حدیث میں بتایا گیا ہے کہ انسان جب بے سوچے سمجھے زبان استعمال کرتا ہے تو بسا اوقات اس کی بات کی سنگینی اس قدر ہوتی ہے کہ وہ جہنم کی گہرائی میں اترتا ہی چلا جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی بات یا تو خدا ناشناسی کے اظہار پر مبنی ہوگی یا کسی انسان کے دل دکھانے کا باعث بنی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس نوعیت کی گفتگو کے نتائج یہی کچھ ہونے چاہئیں۔

یہاں مذکور دونوں احادیث کا مفہوم ایک ہے تاہم دوسری حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ خواہ انسان کو اپنی گفتگو کی سنگینی کا علم نہ بھی ہو، نتائج اس سے کچھ مختلف نہیں ہوتے چنانچہ خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ایک قول کا مفہوم ہے کہ تیر کے زخم تو مندمل ہو جاتے ہیں لیکن زبان کے زخم کبھی مندمل نہیں ہوتے(۸۶) اور اسی بناء پر ایک حقیقی صاحب ایمان کی یہ علامت ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاء سے دیگر انسان محفوظ ہوتے ہیں(۸۷) اور یہی اس کے ایمان کا ایک تقاضا ہے۔

بے عمل واعظ کا عبرت انگیز انجام

حدثنا يحيى بن يحيى و ابوبكر بن ابى شيبة و محمد بن عبدالله بن نمير و اسحاق بن ابراهيم و ابوكريب و اللفظ لابى كريب قال يحيى و اسحاق انا و قال الاخرون نا ابومعاوية نا الاعمش عن شقيق عن اسامة بن زيد رضى الله عنهما قال قيل له الاتدخل على عثمان رضى الله عنه فتكلمه فقال

Marfat.com

اترون انی لااکلمه الا اسمعکم و اللہ لقد کلمته فیما بینی و بینه مادون ان افتتح امرا لا احب ان اکون اول من فتحه و لااقول لاحد یکون علی امیرا انه خیر الناس بعدما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یقول یوتی بالرجل یوم القیمة فیلقی فی النار فتندلق اقتاب بطنه فیدور بها کما یدور الحمار بالرحی فیجتمع الیه اهل النار فیقولون یا فلان مالک الم تکن تامر بالمعروف و تنهی عن المنکر فیقول بلی قد کنت امربالمعروف و لا اتیه و انهی عن المنکر و اتیه

حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا جریر عن الاعمش عن ابی وائل قال کنا عند اسامة بن زید فقال رجل مایمنعک ان تدخل علی عثمان فتکلمه فیما یصنع و ساق الحدیث بمثله.

(اسامہ بن زید رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے ان سے کہا گیا کیا آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس نہیں جاتے اور ان سے گفتگو نہیں کرتے؟ انہوں نے کہا کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ان سے گفتگو نہیں کرتا، میں تم کو سناؤں (بتاؤں) قسم خدا کی میں ان سے وہ باتیں کرچکا ہوں جو مجھ کو اپنے اور ان کے بیچ میں کرنا تھیں البتہ میں نے یہ نہیں چاہا کہ ایسی بات (سر عام بیان بازی) کا آغاز کروں جس کی ابتداء کرنے والا پہلے میں ہی ہوں اور میں کسی کو جو مجھ پر حاکم ہو یہ نہیں کہتا کہ وہ سب لوگوں میں بہتر ہے میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے قیامت کے دن ایک شخص لایا جائے گا پھر وہ جہنم میں ڈالا جائے گا اس کے پیٹ کی آنتیں باہر نکل آئیں گی وہ ان کو لئے ہوئے ہیں گدھے کی طرح جو چکی پیستا ہے چکر لگائے گا اور جہنم والے اس کے پاس اکٹھا ہونگے اس سے پوچھیں گے اے فلاں کیا تم اچھی بات کا حکم نہیں کیا کرتے تھے اور بری بات سے منع کیا کرتے تھے وہ کہے گا کیوں نہیں میں دوسروں کو اچھی بات کا حکم کرتا

Marfat.co

اور خود نہ کرتا اور دوسروں کو بری بات سے منع کرتا اور خود اس سے باز نہ رہتا۔)

اس حدیث میں اس امر کی قباحت و شناعت کو بیان کیا گیا ہے کہ کوئی نیک عمل کی تبلیغ کرے لیکن خود اس عمل سے پہلو تہی کرے یا کسی غلط کام سے پرہیز کی تلقین کرے اور خود اس میں مبتلا ہو، چنانچہ فاسد معاشرے میں عوام الناس کے دلوں کو گرمانے والے مذہبی واعظین، ان کے جذبات سے کھیلنے والے سیاسی زعماء اور ان پر مسلط حکمران اسی مرض میں مبتلا ہوتے ہیں کہ وہ عوام الناس کو تو اخوت و بھائی چارے کی تلقین اور سادگی و قناعت کا درس دیتے نہیں تھکتے لیکن ان کا اپنا عملی کردار لوگوں میں باہمی تفرقہ، غرور و تکبر، نمود و نمائش، ہوس اقتدار اور حرص مال کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ اس نوعیت کے افراد کے بارے میں شعوری بیداری کی ضرورت ہے جو اپنے دوغلے پن سے نسل نو کو اسلام سے دور کرنے کا باعث بن رہے ہیں۔

حقیقت یہی ہے کہ اس دنیا میں ترقی بھی ان افراد و اقوام کو حاصل ہوتی ہے جو اپنے کہے کو عمل کی شکل دیتے ہیں اور جو محض گفتار کے غازی ہوتے ہیں وہ کبھی بھی کردار کے میدان میں فتحیاب نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ صفت زہد سے آراستہ ہونے کی بجائے مادہ پرستی کے مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اسی بناء پر قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس امر کو بڑی ناراضگی کا سبب قرار دیا گیا ہے کہ وہ بات کہی جائے جو عمل سے عاری ہو(۸۸) اور یہی ناراضگی کا عملی اظہار ہے کہ روز قیامت قول و فعل میں تضاد رکھنے والے اس ہولناک عذاب سے دوچار ہوں گے کہ ان کی آنتیں پیٹ سے نکل پڑیں گی اور چکی پیسنے والے گدھے کی مانند ان آنتوں کو لے چکر لگاتے ہوں گے جبکہ ان لوگوں کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے جن پر وہ اپنی علمیت و پارسائی کا تاثر قائم کئے ہوئے تھے۔ العیاذ باللہ یقیناً یہ سزا نہایت سنگین ہے لیکن ان کے جرم کی نوعیت بھی تو اسی قدر سنگین ہے۔

علاوہ ازیں حدیث میں اس امر کی بھی تعلیم ہے کہ اگر وقت کے عادل حکمران سے کوئی ناگوار امر سرزد ہو جائے تو اسے تنہائی میں آگاہ کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی اصلاح کر سکے بجائے اس کے کہ اس کے خلاف شورش یا اشتعال کو ہوا دی جائے تاکہ

Marfat.com

کسی حکمران کے غلط طرز عمل سے معاشرے پر مضر اثرات مرتب ہورہے ہوں تو پھر ان کی بابت علانیہ اظہار ضروری ہے تاکہ ان کا سد باب کیا جاسکے (۸۹)

اپنی بدکرداری پر اترانے کی ممانعت

حدثنی زهیر بن حرب و محمد بن حاتم و عبد بن حمید قال عبد حدثنی و قال الاخران نا یعقوب بن ابراهیم نا ابن اخی ابن شهاب عن عمه قال قال سالم سمعت ابا هریرة رضی الله تعالی عنه یقول سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول کل امتی معافاة الا المجاهرین و ان من الاجهار ان یعمل العبد باللیل عملا ثم یصبح قد ستره ربه فیقول یا فلان قد عملت البارحة کذا و کذا و قد بات یستره ربه فیبیت یستره ربه و یصبح یکشف ستره عنه قال زهیر و ان من الجهار.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے میری تمام امت کے گناہ بخشے جائیں گے سوائے ان لوگوں کے جو اپنے گناہوں کو فاش کرتے ہیں اور فاش کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ آدمی رات کو ایک گناہ کا کام کرے پھر صبح ہو اور پروردگار نے اس کا گناہ پوشیدہ رکھا ہو وہ دوسرے سے کہے اے فلاں میں نے گذشتہ رات کو ایسا ایسا کام کیا حالانکہ رات کو تو پروردگار نے اس کو چھپایا اور رات بھر چھپاتا رہا صبح کو اس نے پردہ کھول دیا۔)

اس حدیث میں اس امر کی ممانعت بیان کی گئی ہے کہ انسان سے اگر کوئی گناہ سرزد ہوجائے اور وہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رہا ہو تو اس کا اظہار لوگوں کے سامنے کرے۔

انسان سے گناہ کا سرزد ہونا تو کوئی غیر معمولی امر نہیں اس لئے گناہ کیسا ہی ہو قابل معافی ہے لیکن گناہ کی تشہیر یقینا سنگین جرم ہے کیونکہ اس طرح وہ معاشرتی جرم

بن جاتا ہے کہ دیگر کئی افراد بھی اشاعت فاحشہ کی وجہ سے جرائم کی طرف راغب ہوجاتے ہیں اور یوں معاشرے میں انتشار و انارکی پھیل جاتی ہے اس لئے منظم اور پاکیزہ معاشرے میں جرائم کی تشہیر کی قطعاً اجازت نہیں دیجاتی چنانچہ قرآن حکیم میں معاشرے میں بدی کی تشہیر کے خواہاں افراد کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب کی وعید ہے (۹۰)

شریعت نے جن جرائم کی سزائیں بیان کی ہیں، انہیں مخصوص تعداد میں گواہوں کی گواہی کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے گویا محض جرم کے سرزد ہونے پر دنیوی سزا کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس کے کسی فرد کی موجودگی میں ہونے کو ناقابل معافی قرار دیا گیا ہے کہ اس طرح بدنیت افراد جرائم کے ارتکاب میں دلیر ہوسکتے ہیں جبکہ معاشرے کو حتی الامکان جرائم سے پاک رکھنا ضروری ہے تاکہ نیکی کو فروغ حاصل ہوسکے اور بدی کا قلع قمع ہوسکے۔ زہد کا تو یہ تقاضا تھا کہ ارتکاب گناہ پر آدمی شرمندہ ہو، چہ جائیکہ وہ اپنے گناہ کا ڈھنڈورہ پیٹنے لگے۔

الغرض برائی کے ارتکاب سے زیادہ اس کا چرچا اور تشہیر بڑا جرم ہے اس لئے اس کے مرتکب افراد کے جرم کو ناقابل معافی قرار دیا گیا ہے کیونکہ ایسے افراد اس کے ارتکاب کو قابل فخر سمجھتے ہیں اور یوں ان کا عمل شیطان کے انکار سجدہ کے عمل سے مشابہ قرار پاتا ہے جس نے اپنے جرم پر دلیل و حجت سے کام لیا اور اسے منطقی قرار دیا۔ لہذا کسی بھی جرم اور گناہ کے ارتکاب پر توبہ فوراً ہونی چاہئے۔ توبہ کا مفہوم یہ ہے کہ انسان اس ناجائز عمل سے فوراً علیحدہ ہوجائے اور اس پر سے دلی ندامت ہو نیز آئندہ کے لئے عمل عزم ہو کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہیں کرے گا۔ حقوق العباد میں حق کی ادائیگی اور بصورت دیگر صاحب معاملہ سے رضاکارانہ طور پر معاف کرانا بھی ضروری ہے (۹۱)

چھینک کی بابت معاشرتی ادب

حدثنی محمد بن عبدالله بن نمیر نا حفص و هو ابن

Marfat.com

غیاث عن سلیمان التیمی عن انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ قال عطس عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلان فشمت احدھما و لم یشمت الاخر فقال الذی لم یسمتہ عطس فلان فشمتہ و عطشت انا فلم تشمتنی قال ان ھذا حمد اللہ و انک لم تحمد اللہ۔

حدثنا ابوکریب نا ابوخالد یعنی الاحمر عن سلیمان التیمی عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمثلہ۔

(انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے دو آدمیوں کو چھینک آئی آپ نے ایک کا جواب دیا اور دوسرے کا جواب نہ دیا جس کو جواب نہ دیا وہ کہنے لگا کہ اس کو چھینک آئی اور آپ نے جواب دیا لیکن مجھے چھینک آئی اور آپ نے جواب نہ دیا۔ آپ نے فرمایا اس نے (یعنی جس کا جواب دیا) اللہ کا شکر ادا کیا (یعنی الحمد للہ کہا) اور تو نے خدا تعالی کا شکر ادا نہ کیا)۔

حدثنی زھیر بن حرب و محمد بن عبداللہ بن نمیر و اللفظ لزھیر قالا نا القاسم بن مالک عن عاصم بن کلیب عن ابی بردۃ قال دخلت علی ابی موسی رضی اللہ عنہ و ھو فی بیت ابنۃ الفضل بن عباس رضی اللہ تعالی عنہ فعطست فلم یشمتنی و عطست فشمتھا فرجعت الی امی فاخبرتھا فلما جاءھا قالت عطس عندک ابنی فلم تشمتہ و عطست فشمتھا فقال ان ابنک عطس فلم یحمد اللہ فلم اشمتہ و عطست فحمدت اللہ فشمتھا سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا عطس احدکم فحمد اللہ فشمتوہ فان لم یحمد اللہ فلا تشمتوہ۔

arfat.com

(ابو بردہ سے روایت ہے میں (اپنے والد) ابوموسیٰ (اشعری) رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ فضل بن عباس کی بیٹی (یعنی اپنی بیوی) کے گھر میں تھے مجھے چھینک آئی تو ابوموسیٰ نے جواب نہ دیا (یعنی یرحمک اللہ نہ کہا) پھر انہیں (بنت فضل کو) چھینک آئی تو ان کو جواب دیا میں اپنی والدہ کے پاس گیا اور ان سے یہ حال بیان کیا جب ابوموسیٰ اشعریؓ ان کے پاس آئے تو میری والدہ نے ان سے کہا میرا بیٹے کو چھینک آئی تو تم نے جواب نہ دیا اور اس عورت (سوکن) کو چھینک آئی تو تم نے جواب دیا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے بتایا کہ تمہارے بیٹے کو چھینک آئی تو اس نے الحمدللہ نہیں کہا اس لئے میں نے جواب نہیں دیا اور وہ عورت چھینکی تو اس نے الحمدللہ کہا تو میں نے جواب دیا میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جب تم میں سے کوئی چھینکے پھر اللہ کا شکر کرے (یعنی الحمدللہ کہے) تو اس کو جواب دو جو الحمدللہ نہ کہے اس کو جواب مت دو۔

حدثنا محمد بن عبداللہ بن نمیر نا وکیع نا عکرمۃ بن عمار عن ایاس بن سلمۃ بن الاکوع عن ابیہ ح و حدثنا اسحاق بن ابراھیم و اللفظ لہ انا ابوالنضر ھاشم بن القاسم نا عکرمۃ بن عمار حدثنی ایاس بن سلمۃ بن الاکوع ان اباہ حدثہ انہ سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم عطس رجل عندہ فقال لہ یرحمک اللہ ثم عطس اخری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل مزکوم۔

(سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے چھینک آئی آپ نے فرمایا یرحمک اللہ پھر دوسری چھینک آئی تو آپ نے فرمایا اس کو زکام ہو گیا۔

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اہل معاشرہ کی تشکیل [illegible]

ہے کہ اس میں کسی انفرادی اور تمام معاملے کے بارے [illegible]

چنانچہ چھینک آنے پر خدا کا شکر بجالانے کا حکم اور پھر اس کے جواب میں دوسرے شخص کی طرف سے اس کے لئے دعاء رحمت پھر جوابی دعاء اس سلسلے سے متعلق ہیں، واضح رہے دماغ میں جمع شدہ بخارات کا اخراج چھینک کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے طبیعت میں نشاط اور مستعدی آجاتی ہے(۹۲) اور یہ صحت کی علامت ہے اس لئے اس پر بجاطور پر الحمد للہ کہنا چاہیے، گو یہ ایک شخص کا ذاتی معاملہ ہے لیکن اسلام نے اس میں بھی اجتماعیت کے پہلو ملحوظ رکھا ہے کہ کلمہ حمد سن کر فوراً اس کے لئے دعاء رحمت کی جائے (یرحمک اللہ) پھر جواب میں پہلا شخص اس کے لئے صحیح رہنمائی اور حالات کی درستگی کی دعاء کرے (یہدیکم اللہ و یصلح بالکم) ظاہر ہے کہ جو شخص دعاء رحمت و درستگی حالات کرے گا وہ اس امر کا پابند ہوجائے گا کہ اس کی دعاء محض ایک جملہ کی ادائیگی نہ ہو بلکہ اس کا عمل بھی دوسروں کے لئے باعث رحمت ہو اور ان کے حالات میں بہتری کا پیش خیمہ ہو اور یوں ایک انفرادی فعل سے افراد انسانی باہمی طور پر ایک دوسرے کے لئے رحمت اور حالات کی درستی کی نوید سنا کر معاشرے کو امن وسکون اور رحمت کا گہوارہ بنانے کا عزم ظاہر کریں گے۔

گویا وہ امور جو طبعی طور پر انسان پر وارد ہوتے رہتے ہیں، ان میں بھی اس امر کو پیش نظر رکھا گیا ہے کہ ان کے ذریعے بھی معاشرے کی اجتماعی قدروں باہمی ہمدردی و رحمت کی یاددہانی ہوتی رہے اور جب انسانی ذہنوں میں اجتماعی رویہ کی ضرورت ہمہ وقت مستحضر رہے گی تو عمل پر بھی اس کے نتائج مرتب ہوں گے اور یہ اسلام ہی کی منفرد خصوصیت ہے کہ اس نے خالصتاً ذاتی اعمال کو بھی اجتماعیت سے مربوط کردیا ہے۔

یہاں یہ بھی پیش نظر رہے کہ چھینک کے سلسلے میں باہمی دعاؤں اور نویدوں کا تبادلہ بھی اس وقت تک ہے جب تک انمیں روح باقی رہے، چنانچہ تین مرتبہ چھینک آنے تک تو اس کی تلقین ہے لیکن اس کے بعد چھینک آنا مرض زکام کو ظاہر کرتا ہے اور یوں اس کی نوعیت تبدیل ہوجاتی ہے پھر اس کے لئے صحت کی دعاء ہی ہونی چاہیے(۹۳)

arfat.com

فائدہ: اہل ظاہر، ابن مریم مالکی ابن زید اور ابن مزین کے ہاں چھینک کا جواب دینا ہر اس شخص پر لازم ہے جو اس کو سنے جبکہ امام مالک سے مشہور روایت ہے کہ سلام کے جواب دینے کی مانند اس کا جواب دینا بھی فرض کفایہ ہے جبکہ دیگر علماء کے ہاں مسنون ہے(۹۴)

فضل بن عباس کی صاحبزادی کا نام ام کلثوم تھا، وہ پہلے حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نکاح میں تھیں، ان سے علیحدگی کے بعد حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آئیں اور ان کے صاحبزادے موسیٰ پیدا ہوئے، حضرت ابوموسیٰ کے انتقال کے بعد حضرت عمران بن طلحہ سے ان کا نکاح ہوا، ان کی قبر کوفہ میں ہے(۹۵)

جمائی کی بابت معاشرتی ادب

حدثنا یحیی بن ایوب و قتیبة بن سعید و علی بن حجر السعدی قالوا نا اسماعیل یعنون ابن جعفر عن علاء عن ابیه عن ابی هریرة رضی اللہ تعالی عنه ان رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم قال التثاؤب من الشیطن فاذا تثاؤب احدکم فلیکظم مااستطاع.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جمائی شیطان کی طرف سے ہے اگر کوئی ... کی نشانی ہے جب تم میں سے کسی کو جمائی آئے تو اس کو روکے جہاں تک ہو سکے اپنا منہ بند رکھے)

حدثنی ابوغسان المسمعی مالک بن عبدالواحد نا بشر بن الفضل نا سهیل بن صالح قال سمعت ابنا لابی سعید الخدری رضی اللہ عنه یحدث عن ابیه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا تثاؤب احدکم فلیمسک بیده علی

Marfat.com

فمه فان الشیطن یدخل.

حدثنا قتیبة بن سعید نا عبدالعزیز عن سهیل عن عبدالرحمن بن ابی سعید عن ابیه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا تثاوب احدکم فلیمسک بیده فان الشیطان یدخل

(ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے جمائی لے تو اپنا ہاتھ اپنے منہ پر رکھے اس لئے کہ شیطان (مکھی یا کیڑا وغیرہ بعض اوقات) اندر گھس جاتا ہے (یا شیطان خود داخل ہو جاتا ہے)

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبة نا وکیع عن سفیان عن سهیل بن ابی صالح عن ابن ابی سعید الخدری عن ابیه قال قال رسول صلی اللّٰه علیه وسلم اذا تثاوب احدکم فی الصلوة فلیکظم ما استطاع فان الشیطان یدخل.

حدثناه عثمان بن ابی شیبة نا جریر عن سهیل عن ابیه و عن ابن ابی سعید عن ابی سعید قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم بمثل حدیث بشر و عبد العزیز.

(جب تم میں سے کسی کو نماز میں جمائی آئے تو اس کو روکے جہاں تک ہو سکے اس لئے کہ شیطان اندر داخل ہو جاتا ہے (دل میں وسوسہ ڈالنے کے لیے اور نماز بھلانے کے لئے)

ان احادیث میں جمائی لینے کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی ہے اور اس بارے میں یہ تلقین کی گئی ہے کہ اسکو حتی الامکان روکنے کی کوشش کی جائے اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ جمائی آنا چونکہ غفلت اور سستی کی علامت ہے (۹۶) اس بناء پر اسکو شیطان کی جانب منسوب کیا گیا ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ انسان فکری غفلت اور عملی سستی و کاہلی میں مبتلا رہے یعنی خدا پرستی اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے نہ تو

arfat.com

کچھ سوچے اور نہ ہی اس بابت کوئی قدم اٹھائے لہذا معاشرے میں جو نظام اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی میں غفلت اور تساہل کے رویہ کو فروغ دے وہ یقینا شیطان کی جانب منسوب کئے جانے کے لائق ہے چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے ذہنی معاشی تنگدستی سے پناہ طلب کی ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ انسان اپنے آپ سے و گردوپیش سے غفلت اور خود فراموشی کا شکار ہوجاتا ہے (۹۷)

گویا معاشرے میں بہتری کے آثار اسی وقت نمایاں ہوں گے جب وہاں فکری بیداری اور عملی مستعدی و سرگرمی موجود ہو جبکہ غفلت و سستی کی روش زوال و انحطاط کی علامت نیز انسانی عظمت کے منافی ہے اور شیطان ہی ابتدائے آفرینش سے انسانی عظمت کا منکر اور انسانی جدوجہد کا مخالف ہے۔ اس لئے جو بھی غفلت و سستی کا باعث بنے کا وہ شیطانی نسبت کا حامل ہوگا۔ اس بنا پر جمائی جب آئے تو کوشش یہی ہونی چاہئے کہ اس کا مظاہرہ نہ ہو لیکن اگر ایسا نہ ہوسکے تو پھر منہ پر ہاتھ رکھ لیا جائے تاکہ اس وقت انسانی چہرے کے ناگوار تاثر کو چھپایا جاسکے کیونکہ شیطان کو انسان کے منظر سے بھی خوشی ہوتی ہے اور یوں وہ اس کا بار بار مذاق بھی اڑاتا ہے تاکہ انسانی شخصیت کا غیر سنجیدہ تاثر نمایاں کیا جاسکے (۹۸) اور چونکہ اس کا امکان بھی موجود ہے کہ ہاتھ نہ رکھنے سے منہ میں مکھی، مچھر اور دیگر کیڑے داخل ہوں اور انسانی صحت کے لئے ضرر رسانی کا باعث بنیں۔

الغرض اس حدیث نے ایک معاشرتی ادب کی تعلیم دی ہے کہ جمائی کے وقت منہ پر ہاتھ ہوگا تو دیگر افراد کو بھی اذیت نہ ہوگی اور اس میں اجتماعیت کا یہ تقاضہ بھی ملحوظ رہے گا۔

انسان کی حقیقت

حدثنی محمد بن رافع و عبد بن حمید قال عبد انا و قال ابن رافع نا عبدالرزاق انا معمر عن الزهری عن عروۃ عن عائشۃ رضی اللہ تعالی عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

Marfat.com

علیہ وسلم خلقت الملئکۃ من نور و خلق الجان من مارج من نار و خلق آدم مما وصف لکم۔

(ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فرشتے نور سے بنائے گئے ہیں اور جن آگ کی لو سے اور حضرت آدم علیہ السلام اس سے جو تمہارے لئے (قرآن میں) بیان کیا گیا یعنی مٹی سے۔)

اس حدیث میں تین انواع مخلوق کے مادہ تخلیق کا ذکر ہے کہ فرشتوں کو نور سے، جنات کو دھوئیں کے ساتھ مخلوط آگ سے اور انسان کو مٹی سے پیدا کیا گیا اور ان کی خصوصیات میں ان کے مادہ تخلیق کا اہم عمل دخل ہے چنانچہ فرشتے چونکہ نورانی مخلوق ہیں اس لئے ان کے ہاں شر کا کوئی تصور تک نہیں ہے، وہ ہر وقت عبادت اور اللہ تعالیٰ کے احکام بجالانے میں مصروف ہوتے ہیں اور وہ اپنی سرشت کی وجہ سے خدا کی نافرمانی کا خیال تک اپنے دل میں نہیں لاتے جبکہ جنات کی سرشت میں اشتعال و اضطراب ہے اور انمیں بالعموم سرکشی پائی جاتی ہے گو انمیں نیک بھی ہیں۔

انسان کی تخلیق مٹی سے کی گئی ہے اور روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کا ارادہ ظاہر کیا تو جبرئیل امین کو حکم دیا کہ وہ زمین کی تمام انواع سے ایک ایک مشت مٹی لے آئیں چنانچہ وہ لے آئے اور اس سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی اور مٹی کا اختلاف ان کی اولاد میں ظاہر ہوا کہ کوئی سیاہ فام ہے تو کوئی سفید فام، اسی طرح کسی کے مزاج میں سختی اور کسی کی طبعیت میں نرمی (۹۹)

مٹی سے انسانی کی تخلیق اس امر کا تقاضہ کرتی ہے کہ انسان کے اندر تواضع اور انکساری کی صفت ہونی چاہئے اور کبھی بھی اس کے دماغ میں نخوت و تکبر کے خیالات پیدا نہیں ہونے چاہئیں اور بالخصوص انسان کا اپنے ہم جنسوں سے برتاؤ برابری اور حسن سلوک کا ہونا چاہیے۔ اسی بابت رسول اکرم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں یوں ارشاد فرمایا کہ تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے تھے یعنی جب تمام انسانوں کے والد ایک ہیں اور ان کی تخلیق مٹی سے ہوئی ہے تو پھر انسانوں میں امتیازات اور طبقات پر مبنی سوچ کا رونما ہونا انتہائی غیر صحتمندانہ اور غیر منصفانہ رویہ ہے، جس کی وجہ سے دنیا

arfat.com

میں ظلم و جور، غلامی اور استحصال کے معاشرے وجود میں آتے ہیں جنہیں فرعون، قارون، ابوجہل اور ابولہب جیسے حکمران اور سردار انسانیت کش طرز عمل کا مظاہرہ کرتے ہیں، لہذا معاشرے میں پیدا ہونے والی سماجی برائیوں اور بدی کے نظاموں کا خاتمہ، انسانی فطرت کی حقیقی شکل و صورت نمایاں کرنے کے لئے ضروری ہے تاکہ صفات انسانیت کا صحیح معنوں میں اظہار ہوسکے اور اس طرح خالق حقیقی سے تعلق قائم کرنے کے لئے راہ ہموار ہوسکے۔

مسخ کا عذاب

حدثنا اسحاق بن ابراهیم و محمد بن مثنی العنزی و محمد بن عبدالله الرازی جمیعا عن الثقفی و اللفظ لابن مثنی قال نا عبدالوهاب نا خالد عن محمد بن سیرین عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فقدت امة من بنی اسرائیل لایدری مافعلت و لاأراها الا الفار الا ترونها اذا وضع لها البان الابل لم تشربه و اذا وضع لها البان الشاة شربته قال ابوهریرة فحدثت هذا الحدیث کعبا فقال انت سمعته من رسول الله صلی الله علیه وسلم قلت نعم قال ذلک مرارا قلت اقرا التوراة قال اسحق فی روایته لاندری مافعلت.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک گروہ گم ہو گیا تھا معلوم نہیں وہ کہاں گیا میں سمجھتا ہوں وہ یہ چوہے ہیں (مسخ ہو گئے) کیا تم نہیں دیکھتے جب ان کے لئے اونٹنی کا دودھ رکھو تو وہ نہیں پیتے اور جب بکری کا دودھ رکھو تو پی جاتے ہیں اور ایسا اس لئے کہ یہ چوہے بنی اسرائیل کے وہ لوگ ہیں جو مسخ ہو گئے تھے اور وہ اونٹنی کا دودھ اس لئے نہیں پیتے کہ بنی اسرائیل کی شریعت میں اونٹ کا گوشت اور اونٹنی کا دودھ حرام تھا

Marfat.com

تھا) ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا یہ حدیث میں نے کعب (احبار) سے بیان کی انہوں نے کہا تم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر انہوں نے کئی بار پوچھا میں نے کہا کیا میں تورات پڑھتا ہوں (جو اس میں دیکھ کر یہ روایت میں نے حاصل کی ہوگی میرا تو سارا علم رسول اللہ ﷺ سے سنا ہوا ہے)

حدثنی ابوکریب محمد بن العلاء نا ابواسامة عن هشام عن محمد عن ابی هریرة رضی الله تعالی عنه قال الفارة مسخ فاية ذلک انه یوضع بین یدیها لبن الغنم فتشربه و یوضع بین یدیها لبن الابل فلاتذوقه فقال له کعب اسمعت هذا من رسول الله صلی الله علیه وسل قال افانزلت علی التوراة.

(ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا چوہا آدمی تھا جو مسخ ہوگیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ چوہے کے سامنے بکری کا دودھ رکھو تو پی لیتا ہے اور اونٹنی کا رکھو تو چکھتا تک نہیں، کعب نے کہا کیا تم نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ابوہریرہ نے کہا پھر نہیں تو کیا مجھ پر تورات اتری تھی)۔

حدیث میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ کے مسخ ہونے کا ذکر ہے، قرآن حکیم میں بھی ان کے ایک گروہ کا واقعہ مذکور ہے کہ جب اس نے اپنی فرمائش پر ہفتہ کو حرمت و عظمت کا دن قرار دلوایا اور پھر مال و دولت کی اندھی محبت اور نسلی غرور کے سبب مختلف حیلوں اور بہانوں سے اس دن کے احکام کی خلاف ورزی پر اُتر آئے اور باوجود منع کرنے کے ان کی سرکشی میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا تو وہ پاداش عمل میں انسانی شرف سے محروم ہوکر بندر و خنزیر کی شکل میں تبدیل ہوگئے (۱۰۰)

مسخ یعنی ایک حقیقت کا دوسری حقیقت میں بدل جانا از روئے عقل محال اور ناممکن نہیں ہے کیونکہ جب یہ کہا جاتا ہے کہ ہر شی کا رد عمل نہ صرف ممکن ہے بلکہ

اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے تو اس اصول پر اگر یہ ثابت ہوجائے کہ جس طرح ایک ادنیٰ حقیقت، اعلیٰ حقیقت میں تبدیل ہوجاتی ہے، اسی طرح کبھی مخصوص حالات میں نامو فق اثرات کی وجہ سے اعلیٰ حقیقت کم تر حقیقت میں تبدیل ہو جاتی ہے تو اس میں کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے، خود انسانی پیدائش کے مراحل کا مطالعہ بھی اس کی تائید کرتا ہے۔

نطفہ جب علقہ (لوتھڑے) مضغہ (گوشت) اور اسی طرح کے درجات طے کرتا ہے تو یہ اپنے ہر کم تر درجے میں ایک خاص حقیقت ہوتا ہے جبکہ اوپر کے درجے میں منتقل ہو کر بالکل دوسری حقیقت بن جاتا ہے اور اس طرح حقائق کے اندر ردوبدل ہوتا رہتا ہے لیکن یہ تمام تبدیلیاں ایک مہینہ کے اندر اندر ہوتی ہیں اور اس ابتدائی دور میں ایک انسان کا جنین بھی درجات کے لحاظ سے ویسا ہی ہوتا جیسا کہ نباتات کا جنین یا مچھلی، چوپائے اور بندر کا، اور اس دور کے آخر میں وہ بندر کی اعلیٰ قسم گوریلے و چمپانزی کے جنین کے بالکل مشابہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد دوسرے مہینے کے شروع میں ان تمام نباتاتی اور حیوانی درجات میں ایک ایسا عظیم الشان انقلاب پیدا ہوجاتا ہے کہ کل تک جو جنین حیوانات کی اعلیٰ قسم کے جنین کے مشابہ تھا انسانی حقیقت میں تبدیل ہونے لگتا ہے اور پھر پورے سات مہینے تک اس جنین میں قدرت مختلف قسم کی نقاشیاں کرتی رہتی اور اس انسانی ڈھانچے کو مکمل انسان بناتی رہتی ہے، اگر بعض مرتبہ قدرت الٰہی اپنے مصنوع کی بناء پر دوسری خلقت کا پورا مظاہرہ نہیں کرتی تو آپ سنتے ہیں کہ فلاں شخص کے ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو بیل یا بن مانس یا بندر کی شکل کا ہے یعنی بعض مرتبہ بعینہ ان حیوانات کی ہی شکل کا بچہ عالم وجود میں آجاتا ہے تو اگر تبدیلی حقائق کا یہ مظاہرہ روز و شب کائنات بحر و بر میں ہوتا رہتا ہے تو اگر کسی انسانی گروہ کے متعلق یہ ثابت ہوجائے کہ خاص حالات و واقعات نے اس میں یہ عمل کیا کہ وہ انسانی شکل و صورت کو چھوڑ کر اپنی خلقت کے پچھلے درجہ میں تبدیل ہو گیا جو کہ حیوانی شکل سے متعلق ہے تو اس میں عقل و فلسفہ کے منافی کیا امر ہے؟

Marfat.com

علاوہ ازیں مشہور طبیب زکریا رازی نے ماہرین فن کے حوالے سے جذام پر بحث کرتے ہوئے اس کی مختلف اقسام میں سے سب سے گھٹیا قسم یہ بتلائی ہے کہ جس میں زہر پھیل کر خون اس درجہ فاسد ہوجاتا ہے کہ وہ اعصاب اور شریانوں میں تشنج پیدا کردیتا ہے اور اس کی وجہ سے مریض کا جسم ایک گھناؤنے اور مکروہ صورت بندر کی طرح نظر آنے لگتا ہے اور اس درجہ پر پہنچ کر مرض لاعلاج ہوجاتا ہے۔

لہذا اس میں کیا تعجب ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک حصہ پر اللہ تعالی کا عذاب اس طرح نازل ہو کہ ایک جانب تو ان کے قلوب مسخ ہو کر قلوب انسانی کے خواص سے محروم اور دوسری جانب ان کے جسم بدترین جذام کے ذریعے اس درجہ خراب کردیئے گئے ہوں کہ وہ بندر، خنزیر اور چوہے کی شکل میں تبدیل نظر آنے لگے (۱۰۱)

جو گروہ عذاب خداوندی کی وجہ سے مسخ کردیئے جاتے ہیں، صحیح روایات کے مطابق ان کی نسل نہیں چلتی (۱۰۲) تاکہ دنیا میں ان کا وجود خود ان کے لئے زیادہ عرصہ تک ذلت و خواری کا باعث نہ رہے لہذا حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کا یہی مفہوم قرین قیاس ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو چوہوں کی شکل میں مسخ کردیا گیا تھا، یہ مقصد نہیں کہ اس وقت موجود چوہے بنی اسرائیل گروہ کی مسخ شدہ شکل ہیں، چوہوں کی شکل میں مسخ ہونے کی تائید اس مشترکہ عادت سے ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل اونٹنی کا دودھ نہیں پیتے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے عرق النساء کے مرض کی وجہ سے نذر مانی تھی کہ صحت کی صورت میں وہ اپنی محبوب غذا ترک کردیں گے، چنانچہ صحت ملنے پر اونٹ کا گوشت اور دودھ ترک کردیا بعد ازیں بنی اسرائیل پر ان کا استعمال حرام قرار دیدیا گیا (۱۰۳) اور یہی عادت چوہے کی ہے (۱۰۴)

یہود کی جس گمراہی پر مسخ کا عذاب وارد ہوا وہ یہ تھی کہ احکام خداوندی کی تعمیل سے بچنے کے لئے مختلف حیلے بہانے تراشتے تھے (۱۰۵) اور یوں حرام کو حلال یا اس کے برعکس قرار دینا ان کا معمول تھا اور آج بھی سرمایہ پرست عناصر کا یہی طرز عمل ہے کہ انسانیت کے مفاد کے لئے نازل شدہ احکام سے پہلوتہی کرتے ہوئے نمود و نمائش کے ناجائز کاموں میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ ان کی اکثریت کے

دل قبول حق سے عاری ہو گئے ہیں جو کہ معنوی مسخ ہی کہلاتا ہے۔

اس مقام پر یہ شبہ پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ اگر مسخ کو معنی اور صورتا دونوں حیثیت سے تسلیم کر لیا جائے تو اس سے تناسخ (آواگون) لازم آجاتا ہے حالانکہ یہ باطل اور فاسد عقیدہ ہے، یہ شبہ اس لئے صحیح نہیں ہے کہ تناسخ میں روح (جیو) ایک قالب (کالبد) کو چھوڑ کر دوسرے قالب میں چلی جاتی ہے اور انسان اعمال و نیک و بد کی پاداش میں جون بدلنے کا یہ سلسلہ ازل سے ابد تک یوں ہی قائم ہے اور رہے گا لیکن مسخ کی صورت میں نہ روح بدلتی ہے اور نہ قالب بدلتا ہے بلکہ وہی قالب (جسم) ایک خاص جہت اور حقیقت سے دوسری حقیقت و جہت میں تبدیل ہو کر موت کی نذر ہو جاتا اور دوسرے مردہ انسانوں کی طرح مالک حقیقی کے سامنے اپنے اعمال کے جواب دہی کے لئے عالم برزخ کے سپرد کر دیا جاتا ہے(۱۰۶)

صاحب ایمان کا شعور و بصیرت

حدثنا قتیبة بن سعید نا لیث عن عقیل عن الزهری عن ابن المسیب عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال لایلدغ المومن من جحر واحد مرتین و حدثنیه ابوالطاهر و حرملة قالا انا ابن وهب عن یونس ح و حدثنی زهیر بن حرب و محمد بن حاتم قالا نا یعقوب بن ابراهیم انا ابن اخی ابن شهاب عن عمه عن ابن المسیب عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله

(ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن ایک سوراخ سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا)۔

اس ارشاد گرامی کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

Marfat.com

کے ایک بھائی شاعر تھے، ابو عزہ اس کا نام تھا، یہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کی ہجو کیا کرتا اور کفار کو آپ کے خلاف انگیخت کیا کرتا تھا، غزوہ بدر میں گرفتار کر کے آپ کے سامنے لایا گیا تو اس نے رہائی کی صورت میں احسان کرنے کی درخواست کی تو آپ نے اس سے عہد لیا کہ واپس جا کر نہ تو وہ ہجو کریگا اور نہ ہی مسلمانوں نے خلاف انتشار پھیلائے گا، چنانچہ اس عہد کے بعد اس کو رہا کر دیا، اس نے رہائی کے بعد دوبارہ ہجو گوئی اور مسلمانوں کے خلاف اشتعال انگیزی شروع کر دی۔ غزوۂ احد میں جب دوبارہ گرفتار ہوا اور پھر اس نے رہائی کی درخواست کی تو آپ نے یہ بلیغ جملہ ارشاد فرمایا کہ صاحب ایمان ایک سوراخ سے دو بار ڈسا نہیں جاتا یعنی اب دوبارہ رہائی کی گنجائش نہیں رہی (١٠٧)

آپ کا ارشاد گرامی اس شان ورود کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس میں ایسی صفت بیان کی گئی ہے جو درحقیقت ایمانی فراست کا تقاضہ ہے کہ صاحب ایمان حالات وواقعات کے بارے میں پوری طرح بیدار اور باشعور ہوتا ہے اس لئے اسے ایک سے زائد بار دھوکہ نہیں دیا جاسکتا، گویا اس میں اس خیال کی تردید ہے کہ مومن اپنے ماحول سے بیگانہ اور دنیوی مدوجزر سے لاتعلق ہوتا ہے، یہ تصور دور زوال کی پیداوار ہے یا راہبوں اور جوگیوں سے متاثر ہونے کا نتیجہ ہے۔

مومن کامل تو رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی سے بڑھ کر کوئی نہیں، آپ کی زندگی میں مکمل شعور، حالات سے مکمل آگاہی اور بھرپور احتیاط کی صفات بدرجہ اتم موجود تھیں اور مندرجہ بالا واقعہ اس کی ایک مثال ہے، لہذا سادہ لوح اور اپنے آپ میں مگن فرد کتنا ہی فرشتہ خصلت ہو وہ نہ صرف دنیوی امور میں معاشرے کی رہنمائی کی صلاحیت سے عاری ہوتا ہے بلکہ وہ شاطرانہ سیاست کا آلہ کار بن کر معاشرے کے لئے نقصان دہ بھی ثابت ہوسکتا ہے۔ گویا زہد کا مفہوم دنیوی معاملات سے لاتعلقی و بیزاری نہیں ہے، لہذا اہل اسلام کو اہل کفر کی طرف سے درپیش پیچیدہ صورتحال سے وہی افراد عہدہ برآ ہوسکتے ہیں جو حقیقی معنوں میں صاحب ایمان ہوں یعنی خدا پرست اور عبادت گزار ہونے کے ساتھ ساتھ بیدار مغز، باشعور، گردوپیش سے باخبر، حالات کے پس منظر و

پیش منظر سے واقف اور درپیش امور کے اتار چڑھاؤ سے بھی مکمل طور پر آگاہ ہوں۔

صاحب ایمان کیلئے سدا بہار خوشگوار حقیقت

حدثنا هداب بن خالد الازدی و شیبان بن فروخ جمیعا عن سلیمان بن المغیرة و اللفظ لشیبان قالا نا سلیمان ناثابت عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن صهیب رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عجبا لامر المؤمن ان امره کله له خیر و لیس ذاک لاحد الا للمؤمن ان اصابته سراء شکر فکان خیرا له و ان اصابته ضراء صبر فکان خیرا له.

(صہیب رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مومن کا بھی عجب حال ہے اس کے تمام کام بھلائی کے ہیں یہ بات صاحب ایمان کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے اگر اس کو خوشی حاصل ہو تو وہ شکر کرتا ہے اس میں بھی اس کے لئے بہتری ہے اور اگر اس کو نقصان پہنچے تو صبر کرتا ہے اس میں بھی اس کے لئے بہتری ہے)۔

دنیا میں خیر و شر ایک ساتھ چل رہے ہیں، اسی طرح انسان کے ساتھ خوشی و غمی کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور انسان کی عظمت کا اظہار انہی متضاد موقع پر ہوتا ہے۔ اس جہاں میں نہ تو کوئی مکمل طور پر مطمئن اور شاداں و فرحاں رہتا ہے اور نہ ہی کوئی ہمیشہ غم و آلام کی زندگی میں رہتا ہے کہ خوشی و غمی کے تناسب میں کمی و بیشی ہوتی ہے اور اس کے مختلف اسباب ہیں، بہر حال ان سے قطع نظر انسان خوشی و غم کی دونوں کیفیات سے دوچار ہوتا ہے اور ان کیفیات سے عہدہ برآ ہونے کا ہر ایک اپنا انداز رکھتا ہے، کچھ لوگ تو خوشی کے موقع پر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور بسا اوقات اتنے آگے نکل جاتے ہیں کہ دوسروں کے لئے نقصان کا باعث اور پریشانی

Marfat.com

کا موجب بنتے ہیں اور نظم و ضبط کی حدود پھلانگ کر اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق بھی پامال کر جاتے ہیں اور کچھ ایسے بھی ہیں جن کے مشکل وقت میں ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، مایوسی ان کے دلوں میں گھر کر جاتی ہے، جدوجہد سے منہ موڑ لیتے ہیں اور اپنی قسمت کو کوسنے لگ جاتے ہیں (۱۰۸) لیکن صاحب ایمان افراد کے ہاں لائق تقلید توازن اور قابل ستائش اعتدال ہوتا ہے، خوشی میسر آنے پر اللہ کا شکر بجالاتے ہیں، خوشی کا عملی اظہار ضرور کرتے ہیں مگر دائرہ انسانیت میں رہ کر بلکہ دوسروں کو بھی خوشیوں میں شریک کر کے قلبی سرور کی منزل حاصل کرتے ہیں اور مشکل و مصیبت کے وقت وہ صبر سے کام لیتے ہیں غم کا احساس ضرور رکھتے ہیں لیکن اس پر صف ماتم بچھا کر بیٹھنے کی بجائے از سر نو اپنی جدوجہد کا آغاز کرتے ہیں اور یوں ان کے صبر و شکر کے دونوں عمل ان کے لئے بہتری کا باعث بنتے ہیں کہ نہ صرف اس سے ان کی شخصیت میں نکھار آجاتا ہے اور زندگی کے ہر موڑ پر اپنا کردار ادا کرنے کی صلاحیت صیقل ہوجاتی ہے بلکہ وہ اللہ تعالی کے ہاں اجر و ثواب بھی پاتے ہیں۔

خوشامد اور چاپلوسی کی شدید مذمت

حدثنا یحیی بن یحیی انا یزید بن زریع عن خالد الحذاء عن عبدالرحمن بن ابی بکرۃ عن ابیه قال مدح رجل رجلا عند النبی صلی اللہ علیه وسلم قال فقال ویحک قطعت عنق صاحبک قطعت عنق صاحبک مرارا اذا کان احدکم مادحا اخاہ لامحالة فلیقل احسب فلانا واللہ حسیبه و لاازکی علی اللہ احدا احسبه ان کان یعلم ذاک کذا و کذا.

(ابوبکرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کی رسول اللہ ﷺ کے سامنے تعریف کی، آپ نے فرمایا ہائے تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی اپنے بھائی کی گردن کاٹ ڈالی (کئی بار آپ نے یہ فرمایا) جب کوئی تم میں سے اپنے بھائی کی تعریف کرنا ہی چاہے تو یوں کہے میں سمجھتا ہوں اور

اللہ خوب جانتا ہے اور میں دل کا حال نہیں جانتا یا عاقبت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایسا ہے ایسا ہے اگر اس بات کو جانتا ہو)۔

حدثنی محمد بن عمرو بن عباد بن جبلة بن ابی رواد نا محمد بن جعفر ح و حدثنی ابوبکر بن نافع انا غندر قال شعبة نا خالد الحذاء عن عبدالرحمن بن ابی بکرة عن أبیه عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ ذکر عندہ رجل فقال رجل یا رسول ما من رجل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم افضل منہ فی کذا و کذا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویحک قطعت عنق صاحبک مرارا یقول ذلک ثم قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کان احدکم مادحا اخاہ لامحالة فلیقل احسب فلانا ان کان یری انہ کذاک و لاازکی علی اللہ احدا.

(ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک شخص کا ذکر آیا، ایک شخص کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ کے رسول کے بعد کوئی شخص فلاں فلاں کام میں اس سے بہتر نہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی. کئی بار یہ فرمایا، پھر فرمایا اگر تم میں سے کوئی ضرور ہی اپنے بھائی کی تعریف کرنا چاہے تو یوں کہے میں خیال کرتا ہوں (اگر وہ واقعی ایسا ہو) کہ وہ ایسا ہے اس پر بھی میں اللہ کے سامنے کسی کو اچھا نہیں کہتا (یعنی معلوم نہیں کہ وہ خدا کے نزدیک کیا ہے کیونکہ یہ علم خدا کے سوا کسی کو نہیں یا جس کو خدا بتلائے)

حدثنیہ عمرو الناقد نا ہاشم بن القاسم ح و حدثناہ ابوبکر بن ابی شیبة نا شبابة بن سوار کلاھما عن شعبة بھذا الاسناد نحو حدیث یزید ابن زریع لیس فی حدیثھما فقال رجل ما من رجل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افضل منہ •

(دوسری روایت میں اس جملہ کا ذکر نہیں ہے کہ اللہ تعالی کے رسول کے بعد اس سے کوئی بہتر نہیں۔)

حدثنی ابوجعفر محمد بن الصباح نا اسماعیل بن زکریا عن برید بن عبداللہ بن ابی بردۃ عن ابی بردۃ عن ابی موسی رضی اللہ عنہ قال سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم رجلا یثنی علی رجل و یطریہ فی المدحۃ فقال لقد اھلکتم او قطعتم ظھر الرجل.

(ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو ایک شخص کی تعریف کرتے ہوئے اور مدح میں مبالغہ کرتے ہوئے سنا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ہلاک کردیا یا کاٹ ڈالا اس شخص کی پیٹھ کو)۔

حدثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ و محمد بن مثنی جمیعا عن ابن مھدی و اللفظ لابن مثنی قالا نا عبدالرحمن عن سفیان عن حبیب عن مجاھد عن ابی معمر قال قام رجل یثنی علی امیر من الامراء فجاء المقداد رضی اللہ عنہ یحثی علیہ التراب و قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان نحثی فی وجوہ المداحین التراب.

(ابو معمر سے روایت ہے ایک شخص حکام میں سے کسی حاکم کی تعریف کر رہا تھا، مقداد بن الاسود رضی اللہ تعالی عنہ نے اس پر مٹی ڈالنا شروع کی اور کہا حکم کیا ہم کو رسول اللہ ﷺ نے کہ تعریف کرنے والوں کے منہ پر مٹی ڈالو (مراد حقیقتا مٹی ڈالنا ہے جیسے مقداد سمجھے یا ناامید کرنا ہے یا کچھ نہ دینا یا مطلب یہ ہے کہ ان کے سامنے اپنی عاجزی بیان کرو مغرور نہ ہو)

حدثنا محمد بن مثنی و محمد بن بشار و اللفظ لابن مثنی قالا نا محمد بن جعفر نا شعبۃ عن منصور عن ابراھیم عن ھمام بن الحارث ان رجلا جعل یمدح عثمان رضی اللہ

عنه فعمد المقداد رضی الله عنه فجثا علی رکبتیه و کان رجلا ضخما فجعل یحثو فی وجهه الحصا فقال له عثمان ماشأنک فقال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال اذا رأیتم المداحین فاحثوا فی وجوههم التراب.

حدثناه محمد بن مثنی و ابن بشار قالا نا عبدالرحمن عن سفیان عن منصور ح و حدثنا عثمان بن ابی شیبة نا الاشجعی عبیدالله بن عبیدالرحمن عن سفیان الثوری عن الاعمش و منصور عن ابراهیم عن همام عن المقداد عن النبی صلی الله علیه وسلم بمثله.

(ہمام بن حارث سے روایت ہے کہ ایک شخص حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعریف کرنے لگا۔ مقداد اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھے اور وہ بھاری بھر کم آدمی تھے اور تعریف کرنے والے کے منہ پر کنکریاں ڈالنے لگے حضرت عثمان نے کہا اے مقداد تم کو کیا ہوا وہ کہنے لگے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے منہ میں خاک ڈالو۔

ان احادیث سے اس امر کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے کہ کسی کے منہ پر اس کی تعریف کی جائے کہ اس میں حقیقت کا عنصر کم ہوتا اور مبالغہ زیادہ۔(۱۰۹) بلکہ اس نوعیت کی تعریف غلط بیانی اور جھوٹ پر مبنی ہوا کرتی ہے اور تعریف کرنے کا مقصد محض کسی خوبی کا ذکر نہیں ہوتا بلکہ اس کے پس منظر میں محض خوشامد اور چاپلوسی ہوا کرتی ہے خوشامد اور چاپلوسی کی صفات کبھی اور کسی صورت میں بھی قابل ستائش نہیں پاتیں (۱۱۰) کیونکہ انسانیت کے مرتبہ عزت نفس سے یہ کہیں فروتر ہے کہ ایک شخص اپنے جیسے انسان کے سامنے اپنی عزت نفس کو مجروح کرے لہذا کسی کو بت کی مانند اونچے مقام پر ایستادہ کرکے اس کے سامنے پجاری کی مانند رطب اللسان ہونا انتہائی غیر ذمہ دارانہ طرز عمل ہے جسکو حریت فکر کا حامل کوئی شخص اور معاشرہ برداشت نہیں کرسکتا۔

Marfat.com

مبالغہ آمیز تعریف عموماً غلامانہ ذہنیت کی عکاسی کرتی ہے اور اس کے مظاہر ان معاشروں میں دیکھنے کو زیادہ ملتے ہیں جو غلامی کے شکنجوں میں جکڑے ہوئے ہوں، ایسے معاشروں میں اقتدار و اختیار کے مالک ان افراد کو ہی نوازتے ہیں جو ان کے سامنے خوشامدانہ رویہ کا اظہار کریں اور ان کی ہر ادا پر تحسین و توصیف کے قصیدے پڑھیں، چنانچہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خوشامدی افراد کسی کی توجہ حاصل کرنے کی خاطر ایک ہی وقت میں کسی چیز کی تعریف میں آسمان و زمین کے قلابے ملا رہے ہوں گے اور اسی لمحے ممدوح کی طرف سے اس چیز کے بارے میں اظہار ناپسندیدگی پر بغیر کسی توقف کے اس کی خامیوں کی فہرست بیان کرنے لگیں گے۔ ایسے عناصر در حقیقت اپنے ضمیر کا گلا گھونٹ کر محض چند عارضی مفادات حاصل کرنے کے در پے ہوتے ہیں حالانکہ خوشامد اور چاپلوسی کا رویہ ہی ترقی کر کے انسان کو شرک کی تاریک راہ پر لا کھڑا کرتا ہے اور یوں وہ ہمیشہ کے لئے ٹامک ٹوئیاں مارتا پھرتا ہے۔

اسی طرح ایسے شخص کے سامنے حقیقی تعریف تک سے منع کیا گیا جس سے اس کے اندر صفت زہد ناپید ہو جائے اور غرور و تکبر کے جذبات پرورش پائیں (۱۱۱) کیونکہ ایسے افراد ہمیشہ دوسروں کو حقیر اور کمتر تصور کرتے ہیں جس سے معاشرے میں فساد کی راہ ہموار ہوتی ہے اور اس میں تقسیم کا عمل شروع ہو جاتا ہے کہ ممدوح اور اس کے حواریوں کا ایک الگ گروہ وجود میں آجائے جو دوسروں سے حقارت آمیز رویہ اپنائے۔

علاوہ ازیں خوشامدانہ تعریف و توصیف کے ذریعے در حقیقت اپنے ممدوح کے ساتھ بھی ناانصافی کیجاتی ہے کہ وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا حقائق دیکھنے سے اندھا اور سننے سے بہرہ ہو جاتا ہے (۱۱۲) اور یوں اسے دائرہ انسانیت سے نکلنے پر آمادہ کر کے گویا اس کی گردن ہی کاٹ دی جاتی ہے، چنانچہ خوشامدی حلقہ ہمیشہ زوال کا باعث ثابت ہوا ہے، اس لئے احادیث میں ان کے منہ پر مٹی ڈالنے کی تلقین کی گئی ہے تاکہ دوسرے لوگوں کے سامنے خوشامد اور چاپلوسی کی حوصلہ شکنی ہو اور اس طرح اسے معاشرتی روگ بننے سے روکا جاسکے، بعض شارحین حدیث نے مٹی ڈالنے کا مفہوم یہ بیان

arfat.com

کیا ہے کہ طمع و لالچ کے تحت جس کی تعریف کی جائے وہ اپنے مادہ تخلیق یعنی مٹی کو ذہن میں رکھتے ہوئے اپنی کم مائیگی اور خامیوں کا اعتراف کرے (۱۱۳)

عمر کے حوالہ سے معاشرتی ادب

حدثنا نصر بن علی الجهضمی حدثنی ابی نا صخر یعنی ابن جویریة عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله عنهما حدثه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ارانی فی المنام اتسوک بسواک فجذبنی رجلان احدهما اکبر من الاخر فناولت السواک الاصغر منهما فقیل لی کبر فدفعته الی الاکبر.

(عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا میں مسواک کر رہا ہوں تو دو شخص میری طرف بڑھے ایک بڑا تھا اور دوسرا چھوٹا میں نے چھوٹے کو مسواک دینا چاہی، مجھ سے کہا گیا بڑے کو دوں۔

چونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے ہیں لہذا اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ایک متوازن معاشرے میں اس [illegible] یا علم و فضل میں اپنے سے بڑے افراد کی عزت و توقیر کی جائے [illegible] اعتبار سے افراد انسانی میں مساوات ہے لیکن معاشرے میں باہمی [illegible] محبت و شفقت کے جذبات پروان چڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ بڑے [illegible] کے ساتھ عزت و اکرام کے ساتھ پیش آیا جائے اور اپنے سے چھوٹوں کے [illegible] کا برتاؤ کیا جائے اور یہ امر معاشرتی اداروں کے استحکام کے لئے بھی ضروری ہے [illegible] معاشرے میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک [illegible] کی روایت [illegible] ہوگی اور جس معاشرے میں بڑوں کے احترام اور چھوٹوں پر شفقت کے جذبات [illegible] ہو جاتے ہیں تو وہ اس امر کی علامت ہے کہ وہاں [illegible] اور معاشرتی اصولوں کے [illegible] اپنایا گیا ہے جس سے [illegible]

اور پھر اس کے لئے بھرپور اجتماعی جدوجہد کی ضرورت دوچند ہوجاتی ہے کیونکہ معاشرے میں ایک دوسرے کے لئے احترام و محبت کے جذبات کی جگہ لاتعلقی، انا پرستی اور خودپسندی کا فروغ اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ معاشرتی اقدار تبدیل ہوچکی ہیں اور اجتماعی مفاد کی بجائے ذاتی اغراض کو محور بنالیا گیا ہے۔ اور ان اغراض کو اجتماعیت کے دائرہ میں رکھنا ہی زہد ہے۔

گفتگو کا سلیقہ

حدثنا هارون بن معروف نا سفيان بن عيينة عن هشام عن ابيه قال كان ابوهريرة رضى الله عنه يحدث و يقول اسمعى يا ربة الحجر و اسمعى يا ربة الحجرة و عائشة رضى الله عنها تصلى فلما قضت صلوتها قالت لعروة الا تسمع الى هذا و مقالته انفا انما كان النبى صلى الله عليه وسلم يحدث حديثا لوعده العاد لاحصاه.

(عروہ سے روایت ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ حدیث بیان کررہے تھے اور کہہ رہے تھے سن اے حجرہ والی سن اے حجرہ والی اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نماز پڑھ رہی تھیں جب نماز پڑھ چکیں تو انہوں نے عروہ سے کہا تم نے ابوہریرہ کی باتیں سنیں (اتنی دیر میں انہوں نے کتنی حدیثیں بیان کیں) اور رسول ﷺ اس طرح سے بات کرتے تھے کہ گننے والا اس کو چاہتا تو گن لیتا (یعنی ٹھہر ٹھہر کر آپ گفتگو کرتے تھے)

اس حدیث میں اس امر کا ذکر ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی روایات بیان کیں تاکہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ان کی تائید کریں چنانچہ حضرت عائشہ نے ان احادیث کا انکار نہیں کیا تاہم یہ کہا کہ انہوں نے تو اتنے کم وقت میں زیادہ احادیث بیان کیں (۱۱۴) جبکہ رسول اکرم ﷺ کے بات کرنے کا انداز یہ تھا کہ اگر کوئی اسے گننا چاہتا تو باسانی ایسا کرلیتا گویا گفتگو اور بالخصوص ایسے امور کے لئے

arfat.com

جن کو ذہن نشین کرانا مقصود ہو یہ مناسب ہے کہ بات ٹھہر ٹھہر کر کی جائے۔

گویا اس حدیث سے گفتگو کرنے کے سلیقہ کی تعلیم ملتی ہے اور اس کو معمول بنانے سے انسان کی گفتگو زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے جبکہ تیز تیز بولنے سے متکلم کی توانائی تو صرف ہوتی ہے لیکن سامعین کماحقہ مستفید نہیں ہو پاتے اور یوں گفتگو کا مقصد حاصل نہیں ہو پاتا۔

کتابت حدیث نبوی

حدثنا هداب بن خالد الازدى نا همام عن زيد بن اسلم عن عطاء بن يسار عن ابى سعيد الخدرى رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال لاتكتبوا عنى و من كتب عنى غير القران فليمحه و حدثوا عنى و لاحرج و من كذب على قال همام احسبه قال متعمدا فليتبوا مقعده من النار.

(ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مت لکھو میرا کلام اور جس نے مجھ سے قرآن کے علاوہ کچھ سن کر لکھا ہو وہ اس کو مٹا ڈالے البتہ میری حدیث بیان کرو اس میں کچھ حرج نہیں اور جو شخص قصداً میرے اوپر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے گا۔)

اس حدیث سے رسول اکرم ﷺ کی احادیث لکھنے کی جو ممانعت معلوم ہوتی ہے تو اس کا سبب یہ تھا کہ دور نبوی کے ابتدائی سالوں میں صحابہ کرام میں لکھنے والے بہت کم تھے اور جو تھے وہ قرآن حکیم کی وحی لکھا کرتے تھے۔ اگر وہ ساتھ ہی احادیث بھی لکھنے لگ جاتے تو اندیشہ تھا کہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی خلط ملط ہو جاتیں لیکن جب صحابہ کرام قرآن کے اسلوب اور انداز بیان سے واقف ہو گئے اور احادیث کے ساتھ اشتباہ کا اندیشہ نہ رہا تو آپ نے اجازت دے دی بلکہ کئی مواقع پر لکھنے کا حکم بھی دیا چنانچہ اسی کے نتیجہ میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا تحریر

صادقہ وجود میں آیا اور ان کے متعلق حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا کہنا تھا کہ ان کے علاوہ کوئی مجھ سے زیادہ احادیث بیان کرنے والا نہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص نے ایک مرتبہ اس امر کے پیش نظر کسی کے مشورے پر لکھنا ترک کردیا کہ رسول اکرم ﷺ بسا اوقات ناراضگی کی حالت میں ہوتے ہیں جب آپ کے علم میں یہ بات آئی تو اپنی زبان مبارک کی جانب اشارہ کرکے فرمایا لکھا کرو، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اس سے حق بات کے سوا کوئی بات نہیں نکلتی اسی طرح ایک صحابی ابوشاہ نے آپ سے لکھے ہوئے احکام کی درخواست کی تو آپ نے دیگر صحابہ سے کہا کہ ابوشاہ کے لئے لکھدو، مزید برآں خلیفہ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے آپ سے مروی صدقات و دیات کے کچھ احکام لکھ رکھے تھے (۱۱۵)

الغرض ممانعت کتابت کا تعلق ابتدائی دور رسالت کے معروضی حالات سے تھا، بعد میں آپ کی اجازت اور حکم پر معروضی حالات کی تبدیلی کے سبب صحابہ کرام نے احادیث قلمبند کیں لہذا یہ کہنا کہ احادیث آپ کے وصال کے ڈیڑھ یا دو سو سال بعد لکھی گئیں، تاریخی نقطہ نظر سے بھی درست نہیں ہے، احادیث بلاشک وشبہ قرآن حکیم کی شرح اور حجت ہیں اور حدیث بالا میں ان کی اشاعت و ترویج کا حکم ہے لیکن اس شرط کے ساتھ کہ اس میں بے احتیاطی نہ ہو، اگر کوئی شخص رسول اکرم ﷺ کی جانب ایسی بات منسوب کرے گا جو آپ نے نہیں فرمائی تو یقیناً اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے گا۔

پُرعزم نوجوان کا لائق تقلید واقعہ

حدثنا هداب بن خالد نا حماد بن سلمة نا ثابت عن عبدالرحمن بن ابی لیلی عن صهیب رضی الله عنه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال کان ملک فیمن کان قبلکم و کان له ساحر فلما کبر قال للملک انی قد کبرت فابعث الی غلاما اعلمه السحر فبعث الیه غلاما یعلمه فکان فی طریقه

اذا سلک راهب فقعد الیه و سمع کلامه فاعجبه فکان اذا اتی الساحر مر بالراهب و قعد الیه فاذا اتی الساحر ضربه فشکا ذلک الی الراهب فقال اذا خشیت اهلک فقل حبسنی الساحر فبینما هو کذلک اذ اتی علی دابة عظیمة قد حبست الناس فقال الیوم اعلم الساحر افضل ام الراهب افضل فاخذ حجرا فقال اللهم ان کان امر الراهب احب الیک من امر الساحر فاقتل هذه الدابة حتی یمضی الناس فرماها فقتلها و مضی الناس فاتی الراهب فاخبره فقال له الراهب ای بنی انت الیوم افضل منی قد بلغ من امرک ماری و انک ستبتلی فان ابتلیت فلاتدل علی و کان الغلام یبری الاکمه و الابرص و یداوی الناس من سائر الادواء. فسمع جلیس للملک کان قد عمی فاتاه بهدایا کثیرة فقال ما ههنا لک اجمع ان انت شفیتنی قال انی لااشفی احدا انما یشفی الله فان امنت بالله دعوت الله فشفاک فامن بالله فشفاه الله فاتی الملک فجلس الیه کما کان یجلس فقال له الملک من رد علیک بصرک قال ربی قال و لک رب غیری قال ربی و ربک الله فاخذه فلم یزل یعذبه حتی دل علی الغلام فجیء بالغلام فقال له الملک ای بنی قد بلغ من سحرک ماتبری الاکمه و الابرص و تفعل و تفعل فقال انی لااشفی احدا انما یشفی الله فاخذه فلم یزل یعذبه حتی دل علی الراهب فجیء بالراهب فقیل له ارجع عن دینک فابی فدعا بالمنشار فوضع المنشار فی مفرق رأسه فشقه به حتی وقع شقاه ثم جیء بجلیس الملک فقیل له ارجع عن دینک فابی فوضع المنشار فی مفرق رأسه فشقه به حتی وقع شقاه ثم جیء بالغلام فقیل له

Marfat.com

ارجع عن دینک فابی فدفعه الی نفر من اصحابه فقال اذهبوا به الی جبل کذا و کذا فاصعدوا به الجبل فذا بلغتم ذروته فان رجع عن دینه و الا فاطرحوه فذهبوا به فصعدوا به الجبل فقال اللهم اکفنیهم بماشئت فرجف بهم الجبل فسقطوا و جاء یمشی الی الملک فقال له الملک مافعل اصحابک قال کفانیهم الله فدفعه الی نفر من اصحابه فقال اذهبوا به فاحملوه فی قرقور فتوسطوا به البحر فان رجع عن دینه و الا فاقذفوه فذهبوا به فقال اللهم اکفنیهم بما شئت فانکفأت بهم السفینة فغرقوا و جاء یمشی الی الملک فقال له الملک ما فعل اصحابک فقال کفانیهم الله فقال للملک انک لست بقاتلی حتی تفعل مامرک به قال و ماهو قال تجمع الناس فی صعید واحد و تصلبنی علی جذع ثم خذ سهما من کنانتی ثم ضعی السهم فی کبدالقوس ثم قل بسم الله رب الغلام ثم ارم فانک اذا فعلت ذلک قتلتنی فجمع الناس فی صعید واحد و صلبه علی جذع ثم اخذ سهما من کنانته ثم وضع السهم فی کبد القوس ثم قال بسم الله رب الغلام ثم رماه فوضع السهم فی صدغه فوضع یده فی صدغه فی موضع السهم فمات فقال الناس امنا برب الغلام امنا برب الغلام امنا برب الغلام فاتی الملک فقیل له ارأیت ما کنت تحذر قد والله نزل بک حذرک قد آمن الناس فامر بالاخدود بافواه السکک فخذت و اضرم النیران و قال من لم یرجع عن دینه فاحموه اوْ قیل له اقتحم ففعلوا حتی جاءت امرأة و معها صبی لها فتقاعست ان تقع فیها فقال لها الغلام یا امه اصبری فانک علی الحق.

(صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا اور اس کا ایک جادوگر تھا، جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ سے بولا میں بوڑھا ہو گیا ہوں میرے پاس کوئی لڑکا بھیجو تاکہ میں اس کو جادو سکھلاؤں، بادشاہ نے اس کے پاس ایک لڑکا بھیجا وہ اس کو جادو سکھلاتا تھا۔ اس لڑکے کی آمدورفت کی راہ میں ایک راہب رہتا تھا (نصرانی درویش) وہ لڑکا اس کے پاس بیٹھتا اور اسکا کلام سنتا، جو اس کو بھلا معلوم ہوتا، جب وہ جادوگر کے پاس جاتا تو راہب کی طرف سے ہو کر نکلتا اور اس کے پاس بیٹھتا پھر جب جادوگر کے پاس جاتا تو جادوگر اس کو مارتا، آخر لڑکے نے جادوگر کے مارنے کا راہب سے گلہ کیا، راہب نے کہا جب تم جادوگر سے ڈرو تو یہ کہہ دیا کر میرے گھر والوں نے مجھ کو روک رکھا تھا اور جب تم اپنے گھر سے ڈرو تو کہہ دیا کرو کہ جادوگر نے مجھ کو روک رکھا تھا، اسی حالت میں وہ لڑکا رہا کہ اچانک (ایک دن) اس کا ایک بڑے قد کے جانور پر سے گذر ہوا جس نے لوگوں کو آمدورفت سے روک دیا تھا، لڑکے نے (دل میں) کہا کہ آج میں دریافت کرتا ہوں جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے۔ اس نے ایک پتھر لیا اور کہا الٰہی اگر راہب کا طریقہ تجھ کو پسند ہو جادوگر کے طریقہ کے مقابلے میں تو اس جانور کو قتل کر تاکہ لوگ چلیں پھریں پھر اس نے اس کو پتھر سے مارا تو وہ جانور مر گیا اور لوگ آنے جانے لگے۔ پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اس کو تمام صورتحال سے آگاہ کیا، تو راہب کہنے لگا بیٹا تو مجھ سے بڑھ گیا یقیناً تیرا رتبہ یہاں تک پہنچا جو میں دیکھتا ہوں اور عنقریب تجھ پر آزمائش آئے گی پھر اگر تو آزمایا جائے تو میرا نام نہ بتلانا، اس لڑکے کا یہ حال تھا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا اور ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتا۔ یہ حال بادشاہ کے ایک مصاحب نے سنا جو اندھا ہو گیا تھا وہ بہت سے تحفے لے کر لڑکے کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ سب مال تیرا ہے اگر تو مجھ کو تندرست کردے، لڑکے نے کہا میں کسی کو تندرست نہیں کرتا اچھا کرنا تو خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اگر تو خدا پر ایمان لائے تو میں خدا سے دعا

Marfat.com

کروں وہ تجھ کو اچھا کر دے گا وہ مصاحب خدا پر ایمان لایا، اللہ نے اس کو اچھا کر دیا وہ بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے پاس بیٹھا جیسا کہ بیٹھا کرتا تھا، بادشاہ نے کہا تیری آنکھ کس نے روشن کی، مصاحب بولا میرے پروردگار نے، بادشاہ نے کہا میرے سوا تیرا کون پروردگار ہے مصاحب نے کہا میرا اور تیرا دونوں کا مالک اللہ ہے، بادشاہ نے اس کو پکڑا اور مارنا شروع کیا اور مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے لڑکے کا نام لیا، وہ لڑکا بلایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا اے بیٹا تو جادو میں اس درجہ پر پہنچا کہ اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہے اور بڑے بڑے کام کرتا ہے وہ بولا میں تو کسی کو اچھا نہیں کرتا خدا اچھا کرتا ہے بادشاہ نے اس کو پکڑا اور مارتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا نام بتلایا وہ راہب پکڑا ہوا آیا اس سے کہا گیا اپنے دین سے پھر جا اس نے نہ مانا، بادشاہ نے ایک آرہ منگوایا اور راہب کے سر کی مانگ پر رکھا اور اس کو چیر ڈالا یہاں تک کہ وہ دو ٹکڑے ہو کر گرا پھر وہ مصاحب بلایا گیا اس سے کہا تو اپنے دین سے پھر جا اس نے بھی نہ مانا اس کے سر کی مانگ پر بھی آرہ رکھا اور چیر ڈالا یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو کر گرا۔ پھر وہ لڑکا بلایا گیا اس سے کہا اپنے دین سے پلٹ جا، اس نے بھی نہ مانا بادشاہ نے اس کو چند دیگر مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا کہ اس کو فلاں پہاڑ پر لیجا کر چوٹی پر چڑھاؤ جب تم چوٹی پر پہنچو تو اس لڑکے سے پوچھو اگر وہ اپنے دین سے پھر جائے تو خیر ورنہ اس کو (پہاڑ سے) دھکا دیدینا، وہ اس کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھایا لڑکے نے دعا کی الٰہی تو جس طرح سے چاہے مجھے ان کے شر سے بچا پہاڑ ہلا اور وہ لوگ گر پڑے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا آیا۔ بادشاہ نے پوچھا تیرے ساتھی کدھر گئے، اس نے کہا خدا نے مجھکو ان کے شر سے بچایا پھر بادشاہ نے اس کو اپنے چند (دیگر) مصاحبوں کے حوالے کیا اور کہا اس کو لیجاؤ ایک کشتی پر چڑھاؤ اور دریا کے اندر لیجاؤ اگر اپنے دین سے پھر جائے تو خیر ورنہ اس کو دریا میں دھکیل دو وہ لوگ اس کو لے گئے لڑکے نے کہا الٰہی تو مجھ کو جس طرح چاہے ان کے شر سے بچا دے۔ وہ کشتی اوندھی ہو گئی اور لڑکے کے

Marfat.co

ساتھی ڈوب گئے اور لڑکا زندہ بچ کر بادشاہ کے پاس آیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تیرے ساتھی کہاں گئے، وہ بولا اللہ تعالیٰ نے ان سے مجھ کو بچایا پھر لڑکے نے بادشاہ سے کہا تم مجھ کو نہ مار سکو گے یہاں تک کہ میں جو بتلاؤں وہ کرو، بادشاہ نے کہا وہ کیا؟ اس نے کہا تم سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور ایک لکڑی پر مجھ کو سولی دو پھر میرے ترکش سے ایک تیر لو اور کمان کے اندر رکھو پھر کہو خدا کے نام سے جو اس لڑکے کا مالک ہے مارتا ہوں پھر تیر مارو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو مجھ کو قتل کر سکو گے بادشاہ نے سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس لڑکے کو ایک لکڑی پر سولی دی پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا اور تیر کو کمان کے اندر رکھ کر کہا خدا کے نام سے مارتا ہوں جو اس لڑکے کا مالک ہے وہ تیر مارا وہ لڑکے کی کنپٹی پر لگا اس نے اپنا ہاتھ تیر کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔ وہ لوگوں نے یہ حال دیکھ کر کہا ہم تو اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لائے، ہم اس لڑکے کے پروردگار پر ایمان لائے، کسی نے بادشاہ سے کہا جو تو ڈرتا تھا خدا کی قسم وہی ہوا یعنی لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے راہوں کے ناکوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا۔ پھر خندقیں کھودی گئیں اور ان کے اندر خوب آگ بھڑکائی گئی اور کہا جو شخص اس دین سے انحراف نہ کرے اس لڑکے کے دین سے اس کو ان خندقوں میں دھکیل دو یا اس سے کہو کہ ان خندقوں میں گرے۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اس کے ساتھ اس کا بچہ بھی تھا وہ عورت آگ میں گرنے سے ہچکچائی اس بچے نے کہا اے ماں صبر کر تو سچے دین پر ہے اور مرنے کے بعد پھر جنت کی نعمتیں ہیں تو دنیا کی مصیبت سے کیوں ڈرتی ہے؟

قرآن حکیم کی سورہ بروج میں اصحاب الاخدود (کھائی والوں) کا تذکرہ ہے اس ذیل میں مذکورہ واقعہ بھی اس کے تحت داخل ہے، ان آیات کا سبب نزول ایک خاص واقعہ ہے لیکن اصول تفسیر کی روشنی میں ان آیات کے دیگر واقعات بھی آیت

Marfat.com

قرآنی کی مصداق ہیں (۱۱٦)

اس واقعہ سے اس امر کا سبق ملتا ہے کہ جب انسان حق کو قبول کر لے تو پھر باطل کتنے ہی جاہ و جلال شان وشوکت اور جبروتشدد سے مرعوب کرنے کی کوشش کرے، اس کا دباؤ کسی خاطر میں نہ لایا جائے اور یوں اعلیٰ نظریات پر پختہ و مستحکم ایمان کے سبب باطل کے دسترس میں موجود تمام ہتھکنڈے اسپر کوئی خوف طاری نہیں کرسکتے جیسا کہ واقعہ میں مذکور نوجوان نے اپنی نظریاتی پختگی اور عقیدے کے رسوخ سے ساری سلطنت کو ہلا کر رکھدیا درحقیقت توحید یا اللہ پر ایمان ایک ایسا نصب العین ہے کہ اس کو دل و جان سے مان لینے کے بعد انسان مادہ پرستی اور سرمایہ پرستی کے تمام شیطانی مظاہر سے اپنی برات کا اظہار کردیتا ہے، پھر اس کا کردار اسی نصب العین کی روشنی میں تشکیل پاتا ہے اور پھر وہ ہر ظالم بادشاہت، ہر استحصالی حکومت، ہر ظالمانہ نظام، ہر غیر منصفانہ معاشرتی ڈھانچہ، اور ہر فرسودہ مذہبی روایت کا مکمل انکار کردیتا ہے، یہ کوئی رسمی عقیدہ یا محدود تصور نہیں ہوتا اور اسی وجہ سے ظالم بادشاہوں اور حکومتوں کے سامنے اعلانِ توحید سے ان کا سکون غارت ہوجاتا ہے اور پھر وہ امن و امان کے قیام اور دہشت گردی کے انسداد کے نام پر ایسے افراد سے زندگی کا حق تک چھین لیناضروری تصور کرتے ہیں تاکہ ان کے انجام سے معاشرے کے دیگر افراد کو عبرت حاصل ہو۔ چنانچہ نظام ظلم نے انتقام کے جذبات میں اندھا ہو کر سب سے پہلے اس نوجوان کے استاذ راہب کی وحشیانہ طریقے سے جان لی کہ اسے آرے سے چیر دیا گیا پھر بادشاہ کے اس ہمنشین پر نزلہ گرا کو توحید پر ایمان لے آیا تھا اور وہ بھی راہب کے انجام سے دوچار ہوا، بعد ازیں اس خوف و دہشت کی فضا میں اس کمسن نوجوان کو دوبارہ دین حق سے منحرف ہونے کی مہلت دی گئی لیکن اس نے اس سے انکار کردیا جس پر ان کی جان لینے کے مختلف طریقے آزمائے گئے اور ان تمام طریقوں میں بادشاہ اور اس کے نظام کو منہ کی کھانی پڑی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

غرض جب نظام وقت کا بوداپن لوگوں پر واضح ہوگیا اور اس نوجوان نے اندازہ کرلیا کہ یہ نظام بہرصورت اس کی جان لینے پر تلا ہوا ہے اور دوسری جانب اسے لوگوں

arfat.com

کے بارے میں یہ احساس ہوگیا کہ ان میں توحید کے جذبات بیدار ہو رہے ہیں لہذا ان کے اظہار کے لئے کوئی مناسب موقع مہیا ہوجانا چاہیے تو پھر اس نے دلیری اور بہادری کے ساتھ جام شہادت نوش کرنے کا فیصلہ کیا اور بادشاہ وقت کو اپنی جان لینے کا طریقہ بتا کر اس کی بے بسی کو سب کے سامنے آشکارا کیا، انتقام کی آگ میں جلنے والے ناعاقبت اندیش حکمران نے فوری طور پر اس کمسن نوجوان کی تجویز پر عمل کیا تو وہ نوجوان شہید ہوگیا اور یہ واقعہ ہونا تھا کہ میدانِ شہادت اعلان توحید سے گونج اٹھا جس سے حکمران کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، بدحواسی اور اشتعال کے عالم میں خندقیں کھدوائی گئیں، انہیں آگ سے دہکا کر فرزندان توحید کو انہیں زندہ جلا دیا گیا۔ یہ قیامت ایک شیر خوار بچے تک پر گزری لیکن اس نے بھی اپنی ماں کی ڈھارس بندھائی اور یوں یہ واقعہ تاریخ میں دلیری و بہادری اور ایثار و قربانی کی علامت بن کر وقت کے ظالموں کے خلاف فرزندان توحید کو حوصلہ و جرات عطا کرتا رہے گا۔

فائدہ: یہاں جس گود کے بچے کا ذکر ہے، یہ ان بچوں میں سے ایک ہے جنھوں نے کمسنی میں گفتگو کی، اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی والدہ حضرت مریم کی گود میں گفتگو کی تھی۔(۱۱۷)

تنگدستوں کے ساتھ درگذر کا برتاؤ

حدثنا هارون بن معروف و محمد بن عباد و تقاربا فی لفظ الحدیث و السیاق لهارون قالا نا حاتم بن اسماعیل عن یعقوب بن مجاهد ابی حزرة عن عبادة بن الولید بن عبادة بن الصامت قال خرجت انا و ابی نطلب العلم فی هذا الحی من الانصار قبل ان یهلكوا فكان اول من لقینا اباالیسر رضی الله عنه صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم و معه غلام له معه ضمامة من صحف و علی ابی الیسر بردة و معافری و علی غلامه بردة و معافری فقال له ابی ای عم انی اری فی

Marfat.com

وجهک سفعة من غضب قال اجل کان لی علی فلان بن فلان الحرامی مال فاتیت اهله فسلمت فقلت ثم هو قالوا لا فخرج علی ابن له جفر فقلت له این ابوک قال سمع صوتک فدخل اریکة امی فقلت اخرج الی فقد علمت این انت فخرج فقلت ماحملک علی ان اختبأت منی قال انا واللہ احدثک ثم لااکذبک خشیت و اللہ ان احدثک فاکذبک و ان اعدک فاخلفک و کنت صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم و کنت واللہ معسرا قال قلت آللہ قال آللہ قلت آللہ قال آللہ قلت آللہ قال آللہ فاتی بصحیفته فمحاها بیده قال فان وجدت قضاء فاقضنی و الا انت فی حل فاشهد بصر عینی هاتین و وضع اصبعیه علی عینیه و سمع اذنی هاتین و وعاه قلبی هذا و اشار الی مناط قلبه رسول اللہ صلی اللہ علیه و سلم و هو یقول من انظر معسرا او وضع اظله اللہ فی ظله.

(عبادہ بن ولید بن عبادہ بن صامت سے روایت ہے میں اور میرے والد دونوں دین کا علم حاصل کرنے کے لیے انصار کے قبیلہ میں نکلے (گئے) قبل اس کے کہ وہ انتقال کرجائیں تو سب سے پہلے ہم ابوالیسر رضی اللہ عنہ سے ملے جو صحابی تھے رسول اللہ ﷺ کے ان کے ساتھ ان کا ایک غلام بھی تھا جو کتابوں (خطوں) کا ایک گٹھا لیے ہوئے تھا اور ابوالیسر کے بدن پر ایک چادر تھی اور ایک معافری کپڑا تھا (معافر ایک گاؤں ہے یا ایک قبیلہ ہے) ان کے غلام پر بھی ایک چادر تھی اور ایک معافری کپڑا تھا (یعنی آقا اور غلام دونوں ایک ہی طرح کا لباس پہنے ہوئے تھے) میں نے ان سے کہا اے چچا آپکے چہرہ پر رنج کے آثار نظر آتے ہیں وہ بولے ہاں میرا قرض بنی حرام کے قبیلہ میں سے فلاں بن فلاں کے ذمہ تھا، میں اس کے گھر والوں کے پاس گیا اور سلام کیا اور پوچھا وہ شخص وہاں ہے؟ انہوں (گھر والوں) نے کہا یہاں نہیں ہے پھر اسکا ایک بیٹا جو جوانی کے قریب تھا باہر

نکلا میں نے اس سے پوچھا تمہارے والد کہاں ہیں؟ وہ بولا آپکی آواز سن کر میری ماں کے چھپر کھٹ میں چھپ گئے ہیں تب میں نے آواز دی اور کہا اے فلاں باہر نکل۔ میں نے جان لیا تم جہاں ہو۔ یہ سن کر وہ نکلا۔ میں نے کہا تم مجھ سے کیوں چھپ کیوں رہے ہو وہ بولا قسم خدا کی میں جو تم سے کہوں گا جھوٹ نہیں کہوں گا قسم خدا کی مجھے اندیشہ تھا کہ تم سے جھوٹ بات کروں یا تم سے وعدہ کروں اور خلاف کروں اور تم صحابی ہو رسول اللہ ﷺ کے اور میں قسم خدا کی محتاج ہوں میں نے کہا قسم خدا کی کیا واقعی محتاج ہو۔ وہ بولا قسم خدا کی میں نے کہا قسم خدا کی وہ بولا قسم خدا کی میں نے کہا قسم خدا کی وہ بولا قسم خدا کی پھر اس (کے قرض) کی دستاویز لائی گئی۔ ابوالیسر نے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دیا اور کہا اگر تمہارے پاس روپیہ آجائے تو ادا کرنا ورنہ تم آزاد ہو تو میری ان دونوں آنکھوں کی بصارت نے دیکھا اور ابوالیسر نے اپنی انگلیاں اپنی آنکھوں پر رکھیں اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے دل نے یاد رکھا اور ابوالیسر نے اشارہ کیا اپنے دل کی رگ کی طرف رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے جو شخص کسی تنگدست کو مہلت دے یا اس کو معاف کر دے اللہ تعالی اس کو اپنے سایہ میں رکھے گا۔)

زیردستوں کے ساتھ مواساۃ و مساوات

قال فقلت له انا یاعم لو انک اخذت بردۃ غلامک و اعطیته معافریک او اخذت معافریه و اعطیته بردتک فکانت علیک حلة و علیه حلة فمسح و قال اللهم بارک فیه یا ابن اخی بصر عینی هاتین و سمع اذنی هاتین و وعاہ قلبی هذا و اشار الی مناط قلبه رسول الله صلی الله علیه وسلم و هو یقول اطعموهم مما تاکلون و البسوهم مما تلبسون و کان ان اعطیته من متاع الدنیا اهون علی من ان یاخذ من حسناتی یوم القیمة

(عبادہ نے کہا میں نے ان سے کہا اے چچا آپ اگر اپنے غلام کی چادر

لے لیں اور اپنا کپڑا اس کو دے دیں تو آپ کے پاس بھی ایک جوڑا پورا ہوجائے گا اور اس کے پاس بھی ایک جوڑا ہوجائے گا، ابو الیسر نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا یا اللہ برکت دے اس لڑکے کو، اے میرے بھتیجے میری ان دونوں آنکھوں نے دیکھا اور میرے ان دونوں کانوں نے سنا اور میرے اس دل نے یاد رکھا اور اشارہ کیا اپنے دل کی رگ کی طرف رسول اللہ ﷺ سے آپ فرماتے تھے اپنے زیردستوں کو وہ کھلاؤ جو تم کھاتے ہو اور وہ پہناؤ جو تم پہنتے ہو پھر اگر میں اس کو دنیا کا سامان دیدوں تو وہ آسان ہے میرے نزدیک اس سے کہ وہ قیامت کے دن میری نیکیاں لے جائے۔)

مساجد کی طہارت و نظافت

ثم مضينا حتى اتينا جابر بن عبدالله رضى الله عنهما فى مسجده و هو يصلى فى ثوب و احد مشتملا به فتخطيت القوم حتى جلست بينه و بين القبلة فقلت يرحمك الله اتصلى فى ثوب واحد و رداءک الى جنبک قال فقال بيده فى صدرى هكذا و فرق بين اصابعه و قوسها اردت ان يدخل على الاحمق مثلک فيرانى كيف اصنع فيصنع مثله اتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فى مسجدنا هذا و فى يده عرجون ابن طاب فراى فى قبلة المسجد نخامة فحكها بالعرجون ثم اقبل علينا فقال ايكم يحب ان يعرض الله عنه قال فخشعنا ثم قال ايكم يحب ان يعرض الله عنه قال فخشعنا ثم قال ايكم يحب ان يعرض الله عنه قلنا لا اينا يارسول الله صلى الله عليه وسلم قال فان احدكم اذا قام يصلى فان الله تبارک و تعالى قبل وجهه فلايبصقن قبل وجهه و لاعن يمينه و ليبصقن عن يساره تحت رجله اليسرى فان عجلت به بادرة فليقل بثوبه هكذا ثم طوى ثوبه بعضه على بعض فقال اروني عبيرا فثار

فتی من الحی یشتد الی اھلہ فجاء بخلوق فی راحتہ فاخذہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فجعلہ علی رأس العرجون ثم لطخ بہ علی اثر النخامۃ فقال جابر فمن ھناک جعلتم الخلوق في مساجدکم.

(عبادہ نے کہا پھر ہم چلے یہاں تک کہ جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کے پاس ان کی مسجد میں آئے وہ ایک کپڑے کو لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، میں لوگوں پر سے پھاندا یہاں تک کہ ان کے اور قبلہ کے بیچ میں جا بیٹھا میں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے کیا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں اور آپکی چادر پہلو میں رکھی ہے۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے میرے سینہ پر اس طرح سے اشارہ کیا (یعنی) انگلیوں کو کشادہ رکھا اور ان کو کمان کی طرح خم دیا اور کہا میں نے یہ چاہا کہ تیرے مانند کوئی احمق میرے پاس آئے پھر وہ مجھے دیکھے جو میں کرتا ہوں اور ویسا ہی کرے (پھر حضرت جابر نے مختلف احادیث بیان کیں، چنانچہ وہ کہتے ہیں) رسول اللہ ﷺ ہماری اس مسجد میں آئے اور آپ کے ہاتھ میں ایک شاخ تھی ابن طاب کی (جو ایک کھجور ہے) آپ نے مسجد میں قبلہ کی طرف بلغم دیکھا (کسی نے تھوکا تھا) آپ نے اس کو لکڑی سے کھرچ ڈالا پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم میں سے کون یہ بات چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے۔ ہم یہ سن کر ڈر گئے، پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے (یہ سن کر) ہم ڈر گئے۔ پھر آپ نے فرمایا تم میں سے کون یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالی اس کی طرف سے منہ پھیر لے۔ ہم نے کہا کوئی نہیں یہ چاہتا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تبارک وتعالی اس کے منہ کے سامنے ہوتا ہے (یعنی جہت جس کو اللہ نے عظمت دی یا کعبہ) تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اور نہ داہنی طرف بلکہ بائیں طرف بائیں پاؤں کے تلے تھوکے۔ اگر بلغم جلدی نکالنا چاہے تو اپنے

Marfat.com

کپڑے میں تھوک کر ایسا کرلے پھر آپ نے (سمجھانے کے لئے) اپنے کپڑے کو تہ بتہ لپیٹا، اس کے بعد فرمایا میرے پاس خوشبو لاؤ ایک جوان ہمارے قبیلہ میں سے لپکا اور اپنے گھر والوں کے پاس دوڑا گیا اور اپنی ہتھیلی میں خوشبو لے کر آیا رسول اللہ ﷺ نے اس خوشبو کو لکڑی کی نوک پر لگایا اور جہاں بلغم کا نشان تھا وہاں خوشبو لگادی۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں اسی بناء پر تم اپنی مسجدوں میں خوشبو رکھتے ہو۔)

بددعاء کی ممانعت

سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى غزوة بطن بواط و هو يطلب المجدى بن عمرو الجهنى و كان الناضح يعقبه منا الخمسة و الستة و السبعة فدارت عقبة رجل من الانصار على ناضح له فاناخه فركبه ثم بعثه فتلدن عليه بعض التلدن فقال له شاء لعنک الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم من هذا اللاعن بعيره قال انا يارسول الله قال انزل عنه فلاتصحبنا بملعون لاتدعوا على انفسكم و لاتدعوا على اولادكم و لاتدعوا على اموالكم لاتوافقوا من الله ساعة يسال فيها عطاء فيستجيب لكم.

(جابر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بطنِ بواط کی لڑائی میں چلے (وہ ایک پہاڑ ہے جہینہ کے پہاڑوں میں سے) اور آپ مجدی بن عمرو جہنی کی تلاش میں تھے (جو ایک کافر تھا) اور ہم لوگوں کا یہ حال تھا کہ پانچ اور چھ اور سات آدمیوں مابین ایک اونٹ تھا جس پر باری باری سوار ہوتے تو ایک انصاری کی چڑھنے کی باری آئی اس نے اونٹ کو بٹھایا اس پر سوار ہوا پھر اس کو اٹھایا تو وہ کچھ اڑا وہ انصاری بولا شا۔ (یہ کلمہ ہے اونٹ کے ڈانٹنے کا) خدا تجھ پر لعنت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے جو لعنت کرتا ہے اپنے اونٹ پر۔ وہ

Marfat.co

انصاری بولا میں ہوں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اس اونٹ پر سے اتر جاؤ اور ہمارے ساتھ وہ نہ رہے جس پر لعنت کی گئی ہو۔ مت بد دعا کرو اپنی جان کے خلاف اور مت بد دعا کرو اپنی اولاد کے خلاف اور مت بد دعا کرو اپنے مالوں کے خلاف ایسا نہ ہو یہ بد دعا اس ساعت میں نکلے جب خدا سے کچھ مانگا جاتا ہے اور وہ قبول کرتا ہے (تو تمہاری بد دعا بھی قبول ہو جائے اور تم پر آفت آئے)۔

معاملات کی پیش بندی کی اہمیت

سرنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کان عشیشیۃ و دنونا ماء من میاہ العرب قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من رجل یتقدمنا فیمدر الحوض فیشرب و یسقینا قال جابر فقمت فقلت ھذا رجل یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای رجل مع جابر فقام جبار بن صخر فانطلقنا الی البئر فنزعنا فی الحوض سجلا او سجلین ثم مددناہ ثم نزعنا فیہ حتی افہقناہ فکان اول طالع علینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال اتاذنان قلنا نعم یا رسول اللہ فاشرع ناقتہ فشربت فشنق لھا فشجت فبالت ثم عدل بھا فاناخھا۔

(جابرؓ نے کہا ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے جب شام ہوئی اور عرب کے ایک پانی (کے ذخیرہ) کے قریب ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون شخص ہم لوگوں سے آگے بڑھ کر حوض کو درست کرے گا کہ آپ بھی پئے اور ہم کو بھی پلائے جابرؓ نے کہا میں کھڑا ہوا اور عرض کیا یہ شخص آگے جائے گا یا رسول اللہ آپ نے فرمایا اور کون شخص جابرؓ کے ساتھ جائے گا تو جبار بن صخر رضی اللہ عنہ اٹھے خیر ہم دونوں آدمی کنوئیں کی طرف چلے اور حوض میں ایک یا دو ڈول ڈالے پھر اس پر مٹی لگائی اس کے بعد اس میں پانی بھرنا شروع کیا یہاں تک کہ

طبالب بھر دیا۔ سب سے پہلے ہم کو رسول اللہ ﷺ دکھلائی دیئے۔ آپ نے فرمایا تم دونوں شخص (مجھ کو پانی پلانے کی اجازت دیتے ہو) ہم نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ آپ نے اپنی اونٹنی کو چھوڑا اس نے پانی پیا پھر آپ نے اس کی باگ کھینچی اس نے پانی پینا موقوف کیا اور پیشاب کردیا۔ پھر آپ اس کو الگ لے گئے اور بٹھادیا۔)

نماز باجماعت کے آداب اور ایک چادر میں نماز کی ادائیگی کا طریقہ

ثم جاء رسول الله صلى الله عليه وسلم الى الحوض فتوضأ منه ثم قمت فتوضأت من متوضأ رسول الله صلى الله عليه وسلم فذهب جبار بن صخر يقضي حاجته فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلي و كانت على بردة ذهبت ان اخالف بين طرفيها فلم تبلغ لي و كانت لها ذباذب فنكستها ثم خالفت بين طرفيها ثم تواقصتها عليها ثم جئت حتى قمت عن يسار رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ بيدي فادارني حتى اقامني عن يمينه ثم جاء جبار بن صخر فتوضأ ثم جاء فقام عن يسار رسول الله صلى الله عليه وسلم فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم بايدينا جميعا فدفعنا حتى اقامنا خلفه فجعل رسول الله صلى الله عليه وسلم يرقمني و انا لاشعر ثم فطنت به فقال هكذا بيده يعني شد وسطك فلما فرغ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ياجابر قلت لبيك يارسول الله قال اذا كان واسعا فخالف بين طرفيه و اذا كان ضيقا فاشدده على حقوك.

arfat.com

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ حوض کی طرف آئے اور اس میں سے وضو کیا میں بھی کھڑا ہوا اور جہاں سے آپ نے وضو کیا تھا میں نے بھی وضو کیا۔ جبار بن صخرؓ قضاء حاجت کے لیے گئے رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے میرے بدن پر ایک چادر تھی میں اس کے دونوں کناروں کو مخالف سمت میں الٹنے لگا وہ میری پہنچ میں نہیں آئی اس میں پھندنے لگے تھے آخر میں نے اس کو اوندھا کیا پھر اس کے دونوں کنارے الٹے پھر اس کو اپنی گردن پر باندھا اس کے بعد میں آیا اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف کھڑا ہوا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر گھمایا اور داہنی طرف کھڑا کیا۔ پھر جبار بن صخر آئے انہوں نے بھی وضو کیا اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف کھڑے ہوئے آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کے اور پیچھے ہٹایا یہاں تک کہ ہم کو اپنے پیچھے کھڑا کیا (معلوم ہوا کہ اتنا عمل نماز میں درست ہے) پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو گھورنا شروع کیا اور مجھ کو خبر نہیں تھی۔ اس کے بعد خبر ہوئی تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ اپنی تہبند کو باندھ لو (تاکہ ستر نہ کھلے) جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو کہا اے جابر میں نے عرض کیا حاضر ہوں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب چادر کشادہ ہو تو اس کے دونوں کنارے الٹ لیا کرو اور جب تنگ ہو تو اس کو کمر پر باندھ لیا کرو)

رسول وجماعت رسول کی تنگدستی

سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم و كان قوت كل رجل من كل يوم تمرة فكان يمصها يصرها في ثوبه و كنا نختبط بقسينا و ناكل حتى قرحت اشداقنا فاقسم اخطئها رجل منا يوما فانطلقنا به ننعشه فشهدنا له انه لم يعطها فاعطيها فقام فاخذها.

(جابرؓ نے کہا پھر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چلے اور ہم میں سے ہر ایک شخص کو خوراک کے لیے ہر روز ایک کھجور ملتی تھی وہ اسکو چوس لیتا پھر اسکو اپنے کپڑے میں رکھ لیتا اور ہم اپنی کمانوں سے درخت کے پتے جھاڑتے اور ان کو کھاتے یہاں تک کہ ہمارے کلپھڑے زخمی ہو گئے (پتے کھاتے کھاتے اس کی گرمی سے اور خشکی سے) میں حلفیہ کہتا ہوں ایک دن ہم میں سے ایک شخص غلطی سے (کھجور لینے سے) رہ گیا ہم (بھوک سے نڈھال) اس شخص کو اٹھا کر لے گئے اور گواہی دی کہ اس کو کھجور نہیں ملی۔ چنانچہ اس کو کھجور دیدی گئی۔ وہ کھڑا ہو گیا اور کھجور لے لی۔)

درختوں کی اطاعت کا معجزہ نبوی

سرنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى نزلنا واديا افيح فذهب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقضى حاجته فاتبعته باداوة من مناء فنظر رسول الله صلى الله عليه وسلم فلم ير شيئا يستتر به و اذا شجرتان بشاطئ الوادى فانطلق رسول الله صلى الله عليه و سلم الى احدهما فاخذ بغصن من اغصانها فقال انقادى على باذن الله فانقادت معه كالبعير المخشوش الذى يصانع قائده حتى اتى الشجرة الاخرى فاخذ بغصن من اغصانها فقال انقادى على باذن الله فانقادت معه كذلک حتى اذا كان بالمنصف مما بينهما لام بينهما يعنى جمعهما فقال التئما على باذن الله فالتأمتا قال جابر فخرجت احضر مخافة ان يحس رسول الله صلى الله عليه وسلم بقربى فيبتعد قال ابن عباد فيبتعد فجلست احدث نفسى فحانت منى لفتة فاذا انا برسول الله صلى الله عليه وسلم مقبلا واذا

الشجرتان قد افترقتا فقامت كل واحدة منهما على ساق فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم وقف وقفة فقال برأسه هكذا و اشار ابواسمعيل برأسه يمينا و شمالا ثم اقبل.

(پھر ہم چلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہاں تک کہ ایک کشادہ وادی میں اترے رسول اللہ ﷺ حاجت کو تشریف لے چلے۔ میں ایک ڈول پانی کا لیکر آپ کے پیچھے ہولیا رسول اللہ ﷺ نے کچھ آڑ نہ پائی دیکھا تو دو درخت وادی کے کنارے پر لگے تھے آپ ایک درخت کے پاس گئے اور اس کی ڈالی پکڑی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے تابعدار ہو جاؤ وہ آپ کا تابعدار ہو گیا جیسے وہ اونٹ جس کی ناک میں نکیل دی جاتی ہے اپنے کھینچنے والے کا تابعدار ہو جاتا ہے یہاں تک کہ آپ دوسرے درخت کے پاس آئے اور اسکی بھی ایک ڈالی پکڑی پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے تابعدار ہو جاؤ وہ بھی آپ کے ساتھ اسی طرح ہو لیا یہاں تک کہ جب آپ ان درختوں کے بالکل درمیان میں پہنچے تو ان کو ایک ساتھ رکھ دیا اور فرمایا دونوں میرے سامنے اللہ تعالیٰ کے حکم سے جڑ جاؤ۔ وہ دونوں درخت جڑ گئے جابرؓ نے کہا میں اس ڈر سے دوڑتا ہوا نکلا کہ کہیں رسول اللہ ﷺ مجھ کو نزدیک دیکھیں اور دور تشریف لے جائیں میں اپنے دل میں باتیں کرتا ہوا بیٹھ رہا دفعتہً جو میں نے دیکھا تو رسول اللہ ﷺ سامنے تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت جدا ہو کر اپنی جڑ پر کھڑے ہوئے میں نے دیکھا آپ تھوڑی دیر کھڑے ہوئے اور سر سے اشارہ کیا اس طرح دائیں اور بائیں پھر سامنے کی جانب تشریف لائے۔)

عذاب قبر میں کمی کیلئے تدبیر نبوی

فلما انتهى الى قال ياجابر هل رأيت مقامي قلت نعم يا رسول

Marfat.com

اللہ قال فانطلق الی الشجرتین فاقطع من کل واحدۃ منھما غصنا فاقبل بھما حتی اذا قمت مقامی فارسل غصنا عن یمینک و غصنا عن یسارک قال جابر فقمت فاخذت حجرا فکسرتہ و حسرتہ فانذلق لی فاتیت الشجرتین فقطعت من کل واحد منھما غصنا ثم اقبلت اجرھما حتی قمت مقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارسلت غصنا عن یمینی و غصنا من یساری ثم لحقتہ فقلت قد فعلت یا رسول اللہ فعم ذاک قال انی مررت بقبرین یعذبان فاحببت بشفاعتی ان یرفہ عنھما مادام الغصنان رطبین.

(جب میرے پاس پہنچے تو فرمایا اے جابر میں جہاں کھڑا تھا کیا تم نے اس جگہ کو دیکھا۔ جابر نے کہا جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ نے فرمایا تو ان دونوں درختوں کے پاس جاؤ اور ہر ایک کی ایک ایک شاخ کاٹو اور ان کو لے آؤ۔ یہاں تک کہ جب اس جگہ پہنچو جہاں میں کھڑا ہوا تھا تو ایک شاخ اپنی داہنی طرف ڈال دو اور ایک شاخ بائیں طرف۔ جابر کہتے ہیں میں کھڑا ہوا اور ایک پتھر لیا اس کو توڑا اور تیز کیا وہ تیز ہو گیا پھر ان دونوں درختوں کے پاس آیا اور ہر ایک میں سے ایک ایک شاخ کاٹی پھر میں ان شاخوں کو کھینچتا ہوا اس جگہ پر آیا جہاں رسول اللہ ﷺ ٹھہرے تھے اور ایک شاخ داہنی طرف ڈال دی اور ایک بائیں طرف پھر آپ سے جا کر مل گیا اور عرض کیا جو آپ نے فرمایا تھا وہ میں نے کیا لیکن اس کی وجہ کیا ہے آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہاں دو قبریں ہیں ان قبر والوں پر عذاب ہو رہا ہے تو میں نے اپنے (مقام) شفاعت کے سبب چاہا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جب تک یہ شاخیں ہری رہیں۔)

پانی کی کثرت کا معجزہ نبوی

قال فاتینا العسکر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

arfat.com

ياجابر ناد بوضوء فقلت الاوضوء الاوضوء الاوضوء قال قلت يا رسول الله ماوجدت فى الركب من قطرة و كان رجل من الانصار يبرد لرسول الله صلى الله عليه وسلم الماء فى اشجاب له على حمارة من جريد قال فقال لى انطلق الى فلان بن فلان الانصارى فانظر هل فى اشجابه من شئ قال فانطلقت اليه فنظرت فيها فلم اجدفيها الا قطرة فى عزلاء شجب منها لو انى افرغه لشربه يابسه فاتيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله لم اجد فيها الاقطرة فى عزلاء شجب منها لو انى افرغه لشربه يابسه قال اذهب فاتنى به فاتيته به فاخذه بيده فجعل يتكلم بشئ لادرى ماهو و يغمزه بيده ثم اعطانيه فقال ياجابر ناد بجفنة فقلت يا جفنة الركب فاتيت بها تحمل فوضعتها بين يديه فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده فى الجفنة هكذا فبسطها و فرق بين اصابعه ثم وضعها فى قعر الجفنة و قال خذ ياجابر فصب على و قل بسم الله فصببت عليه و قلت بسم الله فرايت الماء يتفور من بين اصابع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم فارت الجفنة و دارت حتى امتلات فقال ياجابر ناد من كان له حاجة بماء قال فاتى الناس فاستقوا حتى رووا قال فقلت هل بقى احدله حاجة فدفع رسول الله صلى الله عليه وسلم يده فى الجفنة و هى ملاى

[illegible]

اس کی مشک میں کچھ پانی ہے میں گیا دیکھا تو مشک میں سوائے ایک قطرہ کے پانی نہیں ہے اگر اس کو انڈیلوں تو سوکھی مشک اس کو بھی پی لے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ اس مشک میں تو سوائے ایک قطرہ کے (یعنی معمولی مقدار) پانی نہیں ہے اگر میں اس کو انڈیلوں تو سوکھی مشک اس کو بھی پی جائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور اس مشک کو میرے پاس لے آؤ میں اس مشک کو لے آیا آپ نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا پھر زبان سے کچھ فرمانے لگے جس کو میں نہ سمجھا اور مشک کو اپنے ہاتھ سے دباتے جاتے تھے پھر وہ مشک میرے حوالے کی اور فرمایا اے جابر آواز دے کر قافلہ کا کڑھا منگواؤ (یعنی بڑا ظرف پانی کا) میں نے کڑھے والے صاحب کو آواز دی چنانچہ وہ اٹھا کر لایا گیا میں نے آپ کے سامنے اس کو رکھ دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ اس کڑھے میں اس طرح رکھا کہ ہاتھ پھیلا دیا اور انگلیوں کو کشادہ کیا اور پھر اپنا ہاتھ اس کی تہ میں رکھ دیا اور فرمایا اے جابر وہ مشک لو اور میرے ہاتھ پر ڈال دو اور بسم اللہ کہو میں نے بسم اللہ کہہ کے وہ پانی ڈال دیا پھر میں نے دیکھا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی جوش مار رہا تھا یہاں کہ کڑھا جوش مارنے اور گھومنے لگا یہاں تک کہ بھر گیا آپ نے فرمایا اے جابر آواز دو جس کو پانی کی حاجت ہو (وہ آئے) جابر کہتے ہیں لوگ آئے اور پانی پیا یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ میں نے کہا (دریافت کیا) کوئی ایسا بھی ہے جس کو پانی کی احتیاج ہو پھر آپ نے اپنا ہاتھ کڑھے میں سے اٹھا لیا اور وہ پانی سے بھرا ہوا تھا۔)

مچھلی کی دعوت

و شکا الناس الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم الجوع فقال عسی اللّٰہ ان یطعمکم فاتینا سیف البحر فزخر البحر زخرۃ فالقی دابۃ فاورینا علی شقہا النار فاطبخنا و اشوینا و اکلنا و شبعنا قال جابر فدخلت انا و فلان و فلان حتی عد خمسۃ فی حجاج عینہا مایرانا احد حتی خرجنا فاخذنا ضلعا

من اضلاعه فقوسناه ثم دعونا باعظم رجل فی الرکب و اعظم جمل فی الرکب و اعظم کفل فی الرکب فدخل تحته مایطاطیٔ رأسه.

(اور لوگوں نے آپ سے بھوک کی شکایت کی آپ نے فرمایا قریب ہے کہ اللہ تم کو کھلاوے۔ پھر ہم سمندر کے کنارے پر آئے سمندر نے موج ماری اور ایک جاندار (مچھلی) باہر ڈالی ہم نے اس (سمندر) کے کنارے پر آگ سلگائی اور اس کا گوشت پکایا اور بھونا اور کھایا اور سیر ہوئے۔ جابر کہتے ہیں پھر میں اور فلاں اور فلاں پانچ آدمی اس کی آنکھ کے حلقے میں گھس گئے ہم کو کوئی نہ دیکھ سکتا تھا یہاں تک کہ ہم باہر نکل آئے (یعنی اتنی بڑی مچھلی تھی) پھر ہم نے اسکی پسلیوں میں سے ایک پسلی لی اور قافلہ میں سے اس شخص کو بلایا جو سب سے بڑا (لمبا) تھا اور سب سے بڑے (بلند) اونٹ پر سوار تھا اور سب سے بڑی (اونچی) زین اس پر تھی وہ اس پسلی کے نیچے سے چلا گیا اپنا سر نہیں جھکایا (اتنی اونچی اس مچھلی کی پسلی تھی)

عبادہ بن ولید نے یہاں دو صحابہ کی حدیثوں کا ذکر کیا ہے (۱) حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ کا قصہ جن کا انتقال ۵۵ھ میں ہوا اور جو بدری صحابی تھے جن سے سب سے آخر میں وفات پانے والے تھے۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث۔

قصہ ابو الیسر

عبادہ جب اپنے والد ولید بن عبادہ کے ہمراہ حضرت ابو الیسر رضی اللہ عنہ سے ملے تو اس وقت ان کے ہمراہ ان کا غلام بھی تھا جس نے کتابوں کا ایک ذخیرہ (بستہ) اٹھا رکھا تھا۔ لباس دونوں کا یکساں تھا۔ ہر ایک نے ایک دھاری دار چادر اور معافر مقام کا ایک کپڑا زیب تن کیا ہوا تھا۔ اور اس وقت حضرت ابو الیسر کے چہرے سے غصے کے آثار بھی تھے۔ چنانچہ جب ولید نے اس کا سبب دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ ان کا بنی حرام یا بنی قبیلہ کے ایک شخص کے ذمہ قرض تھا اور وہ تقاضا کرنے کی

Marfat.com

وجہ سے ان سے چھپتا پھرتا تھا بالآخر انہوں نے اسے گھر سے نکلنے پر مجبور کردیا تو اس نے اپنی تنگدستی کا ذکر کیا اور وعدہ خلافی یا غلط بیانی کے اندیشہ کے سبب ان سے نہ ملنے کا عذر بیان کیا، انہوں نے اس پر بختہ حلف لیا اور پھر قرض کی دستاویز کی تحریر اپنے ہاتھ سے مٹا کر اس سے کہا اگر رقم آجائے تو ادا کردینا ورنہ میرا کوئی مطالبہ نہیں ہے، حضرت ابوالیسر نے اس حسن سلوک کی وجہ رسول اکرم ﷺ کا یہ ارشاد بتلایا جس کے سننے اور دیکھنے کا سارا منظر ان کے ذہن میں تھا کہ جو شخص کسی تنگدست مہلت دے یا اس کو معاف کردے تو اللہ تعالی اس کو اپنے سایہ میں رکھے گا۔

اس ارشاد گرامی میں معاشرے کے فارغ البال افراد کی یہ ذمہ داری بتائی گئی ہے کہ ان سے قرض لینے والا اگر تنگ دست ہو جائے تو پھر اس کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کرنا چاہیے یہ نہ ہو کہ اس کا ناطقہ بند کردیا جائے اور اسے ذہنی اذیت میں مبتلا کردیا جائے بلکہ معاشرے کے افراد کے باہمی تعلقات، اخوت، ہمدردی اور باہمی تعاون پر مبنی ہونے چاہئیں کہ اگر کوئی کسی مشکل میں گھر جائے تو دیگر افراد اسے اس مشکل سے نکلنے میں مدد دیں تاکہ وہ دوبارہ اپنی انفرادی و اجتماعی سرگرمیوں کا آغاز بھرپور انداز سے کرسکے اور یہی طرز عمل ایک درست خطوط پر استوار معاشرہ کا ہوا کرتا ہے کہ وہ تنگدست افراد کے لئے آسانیاں مہیا کرتا ہے اور اس کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ مستضعفین کی سرپرستی کرکے ان کی صلاحیتوں کو زنگ آلود نہ ہونے دے تاکہ وہ بھی زندگی کی دوڑ میں مفید کردار ادا کرسکیں۔

بعد ازیں عبادہ نے حضرت ابوالیسر کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ اگر وہ اپنے غلام کی منقش چادر لیکر اسے معافری کپڑا دیدیتے یا اس کے برعکس کرتے تو دونوں کا جوڑا مکمل ہو جاتا، اس پر حضرت ابوالیسر نے رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث سنائی کہ آپ نے فرمایا کہ اپنے زیردستوں کو وہی خوراک دو جو تم خود استعمال کرتے ہو اور وہی لباس پہناؤ جو خود پہنتے ہو اور واضح کیا کہ دنیوی ساز و سامان دینا میرے لئے زیادہ آسان ہے بنسبت اس کے وہ قیامت کے روز میری نیکیاں لے جائے، حقیقت یہ ہے کہ معاشرے کے بالائی طبقات اگر انسانیت کے حوالے سے سوچیں تو انصاف کا تقاضہ

arfat.com

یہی نظر آنے کا معاشرے کے تمام افراد کی بنیادی ضروریات تو کم از کم مساوی انداز سے پوری ہونی چاہئیں جبکہ طبقاتی معاشروں میں صاحب وسائل اور وسائل سے محروم افراد کے انداز زیست میں نمایاں فرق ہوتا ہے اور یہ فرق بجائے کم ہونے کے بڑھتا ہی چلا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وسائل سے محروم نہ صرف یہ کہ اپنی بنیادی ضروریات تک پوری کرنے سے قاصر ہوجاتے ہیں بلکہ انہیں اعلیٰ اخلاق کے لئے سوچنے کی صلاحیت بھی معدوم ہوجاتی ہے اور یوں ان کے شب و روز جانوروں کی مانند گزرنے لگتے ہیں (۱۱۸) جبکہ اسلام ایک غیر طبقاتی معاشرہ وجود میں لاتا ہے جس میں افراد معاشرہ، افراد خاندان کی مانند گزر بسر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون سے معاشرہ کو ترقی کی منزل سے ہمکنار کرتے ہیں۔

الغرض حضرت ابوالیسر سے مروی دونوں احادیث کی روح یہی ہے کہ اسلام باہمی تعاون، اخوت و مساوات پر مبنی معاشرہ قائم کرنے کا داعی ہے۔ اور یہی اس کی حقیقی شناخت ہے۔

حدیث جابرؓ

بعد ازیں عبادہ، حضرت جابر بن عبد اللہ عنہما کے پاس گئے تو انہیں ایک کپڑے میں لپٹا ہوا نماز پڑھتے دیکھا تو یہ لوگوں کو پھاندتے ہوئے ان کے اور قبلہ کے درمیان جا بیٹھے۔ فارغ ہونے پر انہوں نے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا سبب دریافت کیا، شاید ان کا پھاند کر آگے بیٹھنا حضرت جابر کو اچھا نہیں لگا اس لئے بطور تادیب انہیں احمق کا لقب دیا (۱۱۹) پھر انہوں نے اس موقع پر متعدد احادیث بھی بیان کیں۔

(۱) رسول اکرم ﷺ نے مسجد میں بلغم کا نشان دیکھ کر ناراضگی کا اظہار کیا اور فرمایا کہ سامنے اور دائیں جانب نہ تھوکا جائے بلکہ اگر ضرورت پیش آہی جائے تو جگہ ہونے کی صورت میں بائیں جانب بائیں پاؤں کے نیچے تھوکا جائے اور اگر بلغم کے جلد نکلنے کا اندیشہ ہو تو کپڑے میں تھوک کر اسے لپیٹ دیا جائے، آج کل چونکہ مساجد پختہ بن گئی ہیں اس لئے شدید تقاضے کی صورت میں ایسا ہی کیا جائے پھر آپ نے خوشبو منگوا کر اسے لکڑی کی نوک پر لگایا اور پھر اس کے ذریعہ بلغم کی نشان کی جگہ پر

Marfat.com

خوشبو لگائی۔

اس ارشاد اور آپ کے عمل سے مسجد کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے کہ چونکہ وہ مسلمانوں کا روحانی اور معاشرتی مرکز ہے اور تجلیات الٰہی کا مقام ہے اس لئے اسے صاف اور خوشبودار ہونا چاہیے لہذا کوئی ایسا عمل سرزد نہیں ہونا چاہیے جس سے لوگوں کو گھن اور فرشتوں کو تکلیف ہو اور اس طرح مسجد کا تقدس مجروح ہو۔ نیز مسجد کی پاکیزگی اور نفاست وطہارت کو معاشرے کی پاکیزگی کا عنوان ہونا چاہیے۔

(۲) غزوہ بطن بواط کا ذکر ہے، بواط شام کے راستے میں جحفہ کے قریب جہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک دوشاخہ پہاڑ ہے، رسول اکرم ﷺ دوسو صحابہ کے ہمراہ ہجرت کے تیرہویں مہینہ میں ربیع الاول کے دوران مجدی بن عمرو جہنی اور اس کے گروہ کے تعاقب میں نکلے تھے لیکن دشمن ہاتھ نہ آنے پر آپ واپس آگئے تھے (۱۲۰) چونکہ ہجرت کے ابتدائی ماہ تھے اس لئے مسلمان تنگ دستی کی حالت میں تھے چنانچہ ایک اونٹ پر باری باری پانچ سے سات افراد تک سوار ہوتے تھے، ایک انصاری اپنی باری پر اونٹ سوار ہوئے تو اس اونٹ نے کچھ سرکشی دکھائی تو انہوں نے اسے ڈانٹا اور اس موقع پر زبان سے لعنت کے الفاظ بھی نکل گئے، آپ نے یہ سن کر فوراً انہیں اونٹ سے اترنے کا حکم دیا اور فرمایا کبھی بھی اپنے لئے، اپنی اولاد کے لئے اور اپنے مال ومتاع کے لئے بددعا نہ کرو، ہوسکتا ہے کہ وہ ساعت دعاء کی قبولیت کی ہو۔

حدیث میں ایک معاشرتی ادب کی تعلیم ہے، عموماً اس سلسلے میں بے احتیاطی برتی جاتی ہے کہ پریشان کن حالات میں اپنے خلاف بددعاء کے الفاظ منہ سے نکالے جاتے ہیں اپنے آپ کو کوسا جاتا ہے اور اولاد کے خلاف بددعائیہ کلمات کہے جاتے ہیں، ایسے مواقع پر صبر وضبط سے کام لینا ضروری ہے نیز دیگر ذرائع سے مشکلات حل کرنے کی تدابیر سوچنی چاہئیں تاکہ بعد میں زندگی مستقل ندامت اور پچھتاوے کے احساس سے عذاب نہ بن جائے۔ حدیث میں نامناسب جملہ کی ادائیگی میں ارادی اور غیر ارادی کا فرق مدنظر نہیں رکھا گیا گویا بطور تکیہ کلام بھی اس قسم کے جملہ کی گنجائش نہیں۔

Marfat.co

(۳) اسی سفر میں صحابہ شام کے وقت پانی کے ایک مقام کے قریب ہونے لگے تو آپ نے لشکر کی سہولت کے لئے حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت جبار بن صخرہ رضی اللہ عنہم کو آگے روانہ کردیا تاکہ وہ پانی پلانے کے انتظامات کرسکیں اس سے آپ کی پیش بینی اور قائدانہ صلاحیتوں پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ آپ نے پورے لشکر کے مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کے لئے منظم انداز سے پانی پینے کا بندوبست کیا۔ چنانچہ دونوں حضرات نے جاکر حوض کو درست کیا اور اسے پانی سے بھر دیا۔ آپ جب وہاں پہنچے تو باوجودیکہ آپ کے حکم اور اجازت پر دونوں حضرات آئے تھے آپ نے ان سے اصولی طور پر اونٹنی کو پانی پلانے کی باقاعدہ اجازت طلب کی کیونکہ پانی کے معاملات کی نگرانی ان دونوں حضرات کے سپرد کی گئی تھی اس لئے اس میں ان کی اجازت ضروری تھی گویا جب کسی معاملہ کو طے کرنے کے لئے کسی شخص یا اشخاص کو ذمہ دار تفویض کی جائے تو پھر قائد کو بھی اس سلسلے میں ان سے اجازت طلب کرنی چاہیے تاکہ کسی قسم کی بدنظمی رونما نہ ہو اور متعلقہ افراد اپنے فرائض بغیر کسی دباؤ کے احسن طریقے سے انجام دے سکیں(۱۲۱) چنانچہ اجازت ملنے پر آپ نے بھی اونٹنی کو پانی پلایا۔

(۴) بعد ازیں رسول اکرم ﷺ نے وضو کرکے نماز شروع کی تو حضرت جابر بھی اپنی ایک نسبتاً چھوٹی چادر کو گردن پر باندھ کر آپ کے بائیں طرف کھڑے ہوگئے، آپ نے انہیں دائیں طرف کھڑا کیا بعد ازاں حضرت جبار بن صخرہ بھی آئے اور وہ بائیں طرف کھڑے ہوگئے، آپ نے دونوں کو پیچھے کھڑا کردیا، گویا اس حدیث سے امام کی اقتداء کا طریقہ معلوم ہوا۔ نماز سے فارغ ہوکر آپ نے حضرت جابر سے ایک چادر میں نماز پڑھنے سے متعلق فرمایا کہ اس طرح مشکل میں پڑنے کی بجائے اگر چادر وسیع ہو تو اس کے دونوں کناروں کو مخالف سمتوں میں الٹ دیا جائے اور اگر تنگ ہو تو اسے بجائے گردن پر باندھنے کے کمر پر باندھ لیا جائے۔ اس سے حضرت عبادہ کو بھی اپنے سوال کا جواب مل گیا جو انہوں نے ابتداء میں حضرت جابر سے کیا تھا، جب حضرت جابر ایک ہی چادر میں لپٹ کر نماز ادا کررہے تھے۔

Marfat.com

(۵) صحابہ کرام، رسول اکرم ﷺ کی معیت اور ہمراہی میں اس حالت میں چلے کہ ان میں سے ہر ایک کی یومیہ خوراک صرف ایک کھجور تھی کہ اسے چوس کر کپڑے میں رکھ لیتے اور کمانوں سے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھاتے یہاں تک کہ ان کے کلپھڑے زخمی ہوگئے پھر انہوں نے اسی ذیل میں ایک صحابی کے کھجور کی تقسیم سے رد جانے کا ذکر کیا، اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے انتہائی مشکلات کو بھی خندہ پیشانی سے برداشت کیا لیکن اپنے عقائد و نظریات پر کسی قسم کی مصالحت یا سودے بازی نہیں کی چنانچہ ان کی قربانیوں کے بدولت ہی دنیا کے ایک ارب سے زائد افراد آج دائرہ اسلام میں ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ تن آسانی اور غفلت شعاری سے کبھی کوئی معاشرہ ترقی نہیں کرسکا ہے۔ آج بھی معاشرے کو بنیادی تبدیلی سے روشناس کرانے کا جذبہ رکھنے والی اجتماعیت اسی صورت میں کامیابی سے ہمکنار ہوسکتی ہے جب وہ ہر قسم کی معاشی، معاشرتی اور سیاسی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے اور بہر قیمت ترک جدوجہد کے دباؤ کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت سے مالامال ہو۔

(۶) بعد ازیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کے دو معجزات ذکر کئے، پہلا معجزہ تو یہ تھا کہ جب آپ نے قضاء حاجت کا ارادہ کیا تو کوئی آڑ نہ ہونے کی وجہ سے وادی کی دو مختلف سمتوں سے دو درختوں کو ان کی شاخوں سے پکڑ کر درمیان میں لے آئے اور انہیں مل جانے کا حکم دیا پھر آپ حاجت سے فارغ ہوئے جس کے بعد دونوں درخت اپنی اپنی جگہ پر چلے گئے، بعد ازیں آپ نے حضرت جابر سے فرمایا کہ وہ ان دونوں درختوں سے ایک ایک شاخ کاٹ کر اس جگہ جہاں آپ تھے، جا کر ایک شاخ دائیں طرف اور دوسری شاخ بائیں طرف ڈالدیں تاکہ جب تک وہ سرسبز رہیں وہاں پر موجود قبر والوں کے عذاب میں کمی رہے۔

اس حدیث سے عذاب قبر کا ثبوت نیز رسول اکرم ﷺ کی شان رحمت کا اظہار ہوتا ہے۔

(۷) دوسرے معجزے کا ظہور اس وقت ہوا جب آپ کے کہنے پر حضرت جابر

نے لشکر والوں کو وضوء کرنے کیلئے کہا تو اس وقت کسی کے پاس پانی موجود نہیں تھا، صرف ایک انصاری صحابی کے پاس ایک پرانے مشکیزہ میں اتنی کم مقدار میں پانی تھا کہ اگر اسے انڈیلا جاتا تو مشکیزہ کا خشک حصہ ہی اسے جذب کر لیتا، اس صورتحال سے جب حضرت جابر نے آپ کو آگاہ کیا تو آپ نے وہ مشکیزہ منگوایا اور پھر آپ کچھ کلمات پڑھنے لگے اور ساتھ ہی اسے دبانے لگے پھر آپ نے لشکر کا سب سے بڑا برتن (کٹھا) طلب کیا، اس میں پہلے ہاتھ پھیرا اور پھر ہاتھ پھیلا کر اور انگلیاں کشادہ کر کے اس کی تہہ میں اپنا ہاتھ رکھ دیا اور حضرت جابر سے فرمایا کہ اللہ کا نام لیکر وہ مشکیزہ میرے ہاتھ پر انڈیل دو چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تو پانی آپ کی انگلیوں کے درمیان سے جوش مارنے لگا حتی کہ وہ برتن بھر گیا اور تمام قافلہ پانی سے سیر ہو گیا۔

معجزہ کی حقیقت کے متعلق سب سے زیادہ مشہور بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر فرماتا ہے تاکہ یہ بات ثابت کرے کہ نوامیس طبیعیہ خود اس کے محکوم ہیں، وہ ان کا محکوم نہیں جس طرح وہ چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے۔ (۱۲۲)

درحقیقت ہمارے اس نظام عادی (معمول کے مطابق نظام کائنات) اور خارق عادت (معجزات وغیرہ) میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے پس جو نظام ابتداء عالم سے دست قدرت کی فیاضی سے ہمارے مشاہدے میں چلا آتا ہے ہم اس کو "نظام عادی" سے تعبیر کرنے لگتے اور اسی کا نام "نوامیس طبیعیہ" رکھ دیتے ہیں۔ گر ابتداء سے عالم کی عادت اس کے برعکس ہوتی تو اسی کو ہم نظام عادی کہنے لگتے کہ عادی اور غیر عادی کا فرق خالق کی نظر میں کچھ نہیں صرف ہمارے تجربے اور مشاہدے کا فرق ہے تو ہم دیکھتے ہمارے تجربات و مشاہدات کے برعکس بھی انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ہمیشہ ایسے افعال ظاہر کرتی رہی ہے جن کو ہم بھی خارق عادت سمجھتے ہیں حالانکہ کائنات میں اعلیٰ ترین شخصیات کے ذریعہ ہمیشہ ایسے افعال کا نمودار ہوتے رہنا عالم کی "عادت" میں داخل ہے لہذا خارق عادت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ دنیا کی روزمرہ کی عادت نہیں بلکہ خاص خاص زمانے اور خاص خاص موقعوں کی عادت ہے۔ (۱۲۳)

(۸) صحابہ کرام نے آپ سے بھوک کی شکایت کی تو آپ نے تسلی دی کہ عنقریب اللہ تعالی تمہاری خوراک کا انتظام کردے گا، چنانچہ جب سمندر کے کنارے پر پہنچے تو سمندر کی لہروں نے ایک نہایت غیر معمولی بڑی مچھلی کو باہر لا پھینکا، صحابہ نے اس کا گوشت بھون کر کھایا، وہ اس قدر بڑی ڈیل ڈول کی تھی کہ اس کی آنکھ کے حلقے میں باسانی پانچ آدمی چھپ سکتے تھے جبکہ اسکی پسلی کی ہڈی اس قدر دراز تھی کہ بڑے قد کے اونٹ پر اونچی زین کس کر ایک طویل القامت شخص کو بٹھا کر اس کے نیچے سے گزارا گیا تو بھی اسے سر جھکانے کی ضرورت نہیں پڑی، گویا اس مچھلی کا مل جانا ان مع العسر یسرا کی ایک جھلک تھی۔

واقعہ ہجرت

حدثنی سلمة بن شبیب نا الحسن بن امین نا زهیر نا ابواسحاق قال سمعت البراء بن عازب رضی الله عنهما یقول جاء ابوبکر رضی الله عنه الی ابی فی منزله فاشتری منه رحلا فقال لعازب ابعث معی ابنک یحمله معی الی منزلی فقال لی ابی احمله و خرج ابی معه ینتقد ثمنه فقال له ابی یا ابابکر حدثنی کیف صنعتما لیلة سریت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم قال نعم اسرینا لیلتنا کلها حتی قام قائم الظهیرة و خلی الطریق فلایمر فیه احد حتی رفعت لنا صخرة طویلة لها ظل لم یات علیه الشمس بعد فنزلنا عندها فاتیت الصخرة فسویت بیدی مکانا ینام فیه النبی صلی الله علیه وسلم فی ظلها ثم بسطت علیه فروة ثم قلت یارسول الله نم و انا انفض لک ماحولک فنام و خرجت انفض ماحوله فاذا انا براعی غنم مقبل بغنمه الی الصخرة یرید منها الذی اردنا فلقیته فقلت لمن انت یا غلام قال لرجل من اهل المدینة قلت افی غنمک لبن قال نعم قلت افتحلب لی قال نعم فاخذ شاة

فقلت له انفض الضرع من الشعر و التراب و القذی قال فرایت البراء یضرب بیده علی الاخری ینفض فحلب لی فی قعب معه کثبة من لبن قال و معی اداوة ارتوی فیها النبی صلی اللہ علیه و سلم لیشرب منها و یتوضأ قال فأتیت النبی صلی اللہ علیه وسلم و کرهت ان اوقظه من نومه فوافقته استیقظ فصببت علی اللبن من الماء حتی برد اسفله فقلت یا رسول اللہ اشرب من هذا اللبن قال فشرب حتی رضیت ثم قال الم یأن للرحیل قلت بلی قال فارتحلنا بعد ما زالت الشمس و اتبعنا سراقة بن مالک قال و نحن فی جلد من الارض فقلت یا رسول اللہ أتینا فقال لاتحزن ان اللہ معنا فدعا علیه رسول اللہ صلی اللہ عله وسلم فارتطمت فرسه الی بطنها اری فقال انی قد علمت انکما قد دعوتما علی فادعوا لی فاللہ لکما ان ارد عنکما الطلب فدعا اللہ فنجا فرجع لایلقی احداالا قال قد کفیتکم ماهھنا فلایلقی احدا الا رده قال و وفی لنا.

(براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالی عنہ میرے والد (عازبؓ) کے مکان پر آئے اور ان سے ایک کجاوہ خریدا اور عازبؓ سے بولے تم اپنے بیٹے سے کہو یہ کجاوہ اٹھا کر میرے ساتھ میرے مکان تک چلے میرے باپ نے مجھ سے کہا، کجاوہ اٹھالو میں نے اٹھالیا اور میرے والد بھی حضرت ابو بکر صدیق کے ساتھ اس کی قیمت لینے کیلئے نکلے، میرے باپ نے کہا اے ابو بکر مجھ سے بیان کیجئے آپ نے کیا کیا اس رات کو جس رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ باہر نکلے (یعنی مدینہ کی طرف ہجرت کی) ابو بکرؓ نے کہا ہاں ہم ساری رات چلے یہاں تک کہ دن ہو گیا اور ٹھیک دوپہر کا وقت ہوا اور راہ میں کوئی چلنے والا نہ رہا۔ ہم کو سامنے ایک طویل چٹان دکھائی دی جس کا زمین پر سایہ تھا اور

اب تک وہاں دھوپ نہ آئی تھی ہم اس کے قریب اترے میں پتھر کے پاس گیا اور اپنے ہاتھ سے جگہ درست کی تا کہ رسول اللہ ﷺ اس کے سایہ میں آرام فرمائیں پھر میں نے وہاں کملی بچھائی اس کے بعد میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ سو رہئے اور میں آپ کے گرد سب طرف دشمن کا کھوج لیتا ہوں۔ پھر اچانک میں ایک بکریوں کے چرواہے کے سامنے تھا جو اپنی بکریوں کے ساتھ اس چٹان کی طرف اسی ارادہ سے آرہا تھا جس ارادہ سے ہم آئے تھے (یعنی ستانے اور آرام کرنے کیلئے) چنانچہ میں اس سے ملا اور اس سے کہا (پوچھا) اے لڑکے تم کس کے (ملازم) ہو؟ اس نے کہا اہل مدینہ میں سے ایک آدمی کا، میں نے کہا (پوچھا) کیا تمہاری بکریوں میں دودھ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا کیا تم میرے لئے دودھ دوہ دو گے؟ اس نے کہا جی ہاں پھر اس نے ایک بکری لی تو میں نے اس سے کہا تھن سے بال، مٹی اور گند گی جھاڑ دو (ابواسحاق) کہتے ہیں میں نے براء کو جھاڑنے کیلئے ہاتھ ایک دوسرے پر مارتے دیکھا، پھر اس (لڑکے) نے میرے لئے اپنے پاس موجود لکڑی کے برتن میں دودھ کی ایک مقدار نکالی اور میرے پاس ایک مشکیزہ تھا جس میں رسول اکرم ﷺ کیلئے میں پانی محفوظ رکھا کرتا تھا تاکہ آپ اس سے پی سکیں اور وضو کرسکیں۔ حضرت ابوبکر کہتے ہیں پھر رسول اکرم ﷺ کے پاس آیا، میں نے آپ کو نیند سے بیدار کرنا برا سمجھا تو میں نے آپ کی ہمنوائی کی (یعنی آرام کیا) جب آپ بیدار ہوئے تو میں نے دودھ پر پانی انڈیلا یہاں تک کہ اسکا زیریں حصہ (یعنی اچھی طرح) ٹھنڈا ہو گیا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ دودھ پی لیں آپ نے پی لیا یہاں تک میں خوش ہو گیا پھر آپ نے کہا کیا کوچ کا وقت نہیں آیا میں نے عرض کیا کیوں نہیں، ہم نے سورج ڈھلنے کے بعد کوچ کیا تو سراقہ بن مالک ہمارے تعاقب میں آنکلا۔ ہم پتھریلی زمین میں (سفر کر رہے) تھے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ہمیں آن لیا گیا، آپ نے فرمایا، غم مت کرو بلاشبہ اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر رسول اللہ ﷺ نے اس کے خلاف

دعاء مانگی تو اس کے گھوڑے کے پاؤں پیٹ تک دھنس گئے (زمین میں) تو وہ کہنے لگا میں جانتا ہوں تم دونوں نے میرے خلاف بددعا کی ہے۔ لہذا میرے لئے دعا کرو، میرے ذمے ہے کہ تمہاری تلاش میں نکلنے والوں کو واپس لوٹادوں گا۔ آپ نے اللہ سے دعا کی تو اس کو نجات ملی پھر وہ لوٹ گیا (راستے میں) جس سے بھی ملتا، کہتا، میں تمہاری طرف سے کافی ہو چکا ہوں ادھر کوئی نہیں ہے، وہ جس سے بھی ملتا، اسے واپس لوٹا دیتا، حضرت ابوبکر کہتے ہیں، اس نے ہمارے ساتھ کیا ہوا وعدہ نبھایا۔)

و حدثنيه زهير بن سرب نا عثمان بن عمر ح و حدثناه اسحاق بن ابراهيم انا النضر بن شميل كلاهما عن اسرائيل عن ابي اسحاق عن البراء قال اشترى ابوبكر من ابي رحلا بثلاثة عشر درهما و ساق الحديث بمعنى حديث زهير عن ابي اسحاق و قال في حديثه من رواية عثمان بن عمر فلما دنا دعا عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فساخ فرسه في الارض الى بطنه و وثب عنه و قال يا محمد قد علمت ان هذا عملك فادع الله ان يخلصني مما انا فيه و لك على لاعمين على من ورائي و هذه كنانتي فخذ سهما منها فانك ستمر على ابلي و غلماني بمكان كذا و كذا فخذ منها حاجتك قال لاحاجة لي في ابلك فقدمنا المدينة ليلا فتنازعوا ايهم ينزل عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال انزل على بني النجار اخوال عبدالمطلب اكرمهم بذلك فصعد الرجال و النساء فوق البيوت و تفرق الغلمان و الخدم في الطرق ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمد يا رسول الله.

(حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میرے والد سے تیرہ درہم میں اونٹ کا ایک پالان

(راوی حدیث) نے (اس کے بعد اسی طرح) حدیث بیان کی جیسے ابواسحاق سے زہیر کی روایت میں ہے (اس نے اپنی حدیث میں بروایت) عثمان بن عمر یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابوبکر نے کہا (بتایا) جب وہ (سراقہ) قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ نے بددعا کی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا اور وہ اس پر سے کود پڑا اور کہنے لگا اے محمد (ﷺ) میں نے یقینی طور پر جان لیا ہے کہ یہ آپ کا کام ہے لہذا اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے اس کیفیت سے نجات دے جس میں میں (مبتلا) ہوا ہوں اور آپ کی طرف سے مجھ پر لازم ہے کہ میں اپنے پیچھے (آنے) والوں کو اندھیرے میں رکھوں گا (یعنی تعاقب میں آنے والوں کو واپس لوٹا دوں گا) اور یہ میرا ترکش ہے، اس میں سے ایک تیر (بطور نشانی) لے لیں، آپ عنقریب فلاں فلاں مقام پر میرے اونٹوں اور میرے ملازموں کے پاس سے گذریں گے، وہاں سے (نشانی دکھا کر) اپنی ضرورت کے مطابق (جو اونٹ چاہیں) لے لیں، آپ نے فرمایا مجھے تمہارے اونٹوں کی ضرورت نہیں (آپ کی دعاء سے اسے آزمائش سے نجات ملی اور واپس چلا گیا) پھر ہم رات کو مدینہ آئے تو (وہاں کے) لوگ آپس میں جھگڑنے لگے کہ کس کے پاس رسول اللہ ﷺ فروکش ہوں گے، آپ نے فرمایا میں (دادا) عبدالمطلب کے ممیال بنو نجار کے ہاں اتروں گا تاکہ اس کے ذریعہ ان کی عزت افزائی کروں، سو گھروں پر مرد اور عورتیں چڑھ گئے اور راستوں میں لڑکے اور خادم یہ صدا بلند کرتے ہوئے بکھر گئے اے محمد اے اللہ کے رسول اے محمد اے اللہ کے رسول (ہم آپ پر قربان)

احادیث میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے رسول اکرم ﷺ کی ہجرت کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جب آپ کی شب و روز کی مسلسل محنت سے آپ کے ہمنوا افراد کی ایک مختصر جماعت تیار ہو گئی اور دوسری طرف مکہ کے سرداروں کی طرف سے آپ کو قتل کرنے کی سازشیں ہونے لگیں تو آپ نے ہجرت کی اور مدینہ آکر آپ نے اسی مقصد کو آگے بڑھایا

Marfat.com

اور اپنے صحابہ کی اعانت سے حکومت تشکیل دیدی، درحقیقت آپ کی مکی و مدنی دونوں زندگیوں کا محور ایک ہی تھا بلکہ امام شاہ ولی اللہ دہلوی تو دونوں پر خلافت کا اطلاق کرتے ہیں، مکی زندگی میں افراد سازی کی محنت کو وہ خلافت باطنہ اور مدنی زندگی میں حکومت سازی کے عمل کو خلافت ظاہرہ قرار دیتے ہیں (۱۲۴) لہذا مستشرقین کا یہ کہنا خلاف حقیقت ہے کہ "آپ مکہ میں مسکینی کی زندگی بسر کرتے رہے مگر مدینہ پہنچتے ہی حالات کچھ سازگار ہوئے تو (نعوذ باللہ) کھل کھیلے اور قافلہ لوٹنا شروع کر دیئے اور رفتہ رفتہ ایک ریاست کے مالک بن بیٹھے" گویا اس کا مفہوم تو یہ ہوا کہ آپ کوئی مستقل فکر لیکر نہیں آئے تھے بلکہ آپ کے خیالات محض موقع اور حالات کے پیداوار تھے حالانکہ آپ کے فکر کی ابتداء مکہ مکرمہ میں ہوئی، وہیں اس نے پھلنا پھولنا شروع کر دیا اور مدینہ منورہ آکر وہ ایک تناور درخت بن گیا۔ جہاں تک مدنی زندگی میں قتال و جہاد کا ذکر ہے تو اس سے مکی زندگی میں ہی آگاہ کر دیا گیا تھا جیسا کہ سورہ مزمل میں اس کا ذکر ملتا ہے جو مکہ مکرمہ میں بالکل ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئی۔ الغرض رسول اکرم ﷺ کی زندگی ایک اکائی ہے جو باہم مربوط ہے، اور ہجرت ایک مرحلے سے دوسرے مرحلے میں داخل ہونے کا عمل ہے۔

اس حدیث میں ایک معجزے کا بھی ذکر ہے کہ سراقہ بن مالک جو آپ کے تعاقب میں تھا جب آپ کے قریب ہوا تو سخت زمین کے باوجود اس کا گھوڑا پیٹ تک دھنس گیا اور پھر اسکی درخواست پر آپ نے دعا کی تو اسے اس مشکل سے نجات ملی اور نجات پاتے ہی وہ الٹے پاؤں فرار ہوا۔

علاوہ ازیں اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مشکل گھڑی میں آپ کا پورا پورا ساتھ دیا اور پوری جاں نثاری سے آپ کی خدمت کی۔ قرآن کریم نے "صاحب" کا اطلاق ان پر ہی کیا ہے (۱۲۵) اس سے ان سب سے پہلے شرف صحبت کا شرف و [illegible] ہونا [illegible] ہے [illegible] قرآن کریم [illegible]

لانے کے تقاضے کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق کے صحابی رسول ہونے کو دل و جان سے تسلیم کیا جائے۔

حدیث بالا سے رسول اکرم ﷺ کے تعلق باللہ کی انتہائی منزل کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مشکل ترین وقت میں بھی آپ کو اللہ پر مکمل اعتماد تھا، اسی کو توکل کہتے ہیں کہ حاصل شدہ مادی اسباب کو کام میں لایا جائے (۱۲۶) لیکن اپنے آپ کو ان کے ساتھ اس طرح وابستہ نہ کیا جائے کہ جب تک مکمل اسباب حاصل نہ ہوں کوئی قدم نہ اٹھایا جائے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھ کر کام شروع کیا جائے اور یہ یقین رکھا جائے کہ جوں جوں ضرورت پڑتی جائے گی، اللہ تعالیٰ اسباب مہیا کرتا جائے گا۔

حدیث سے انصاری صحابہ کی فضیلت اور ان کے مقام پر بھی روشنی پڑتی ہے نیز سفر کا یہ سلیقہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سفر میں پانی پینے اور وضوء وغیرہ کے لئے پانی کا کوئی نہ کوئی ظرف ہمراہ رکھا جائے (۱۲۷)

حدیث ہجرت کو احادیث زہد کے ضمن میں ذکر کرکے اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ ہجرت ظاہری اسی صورت میں قابل قدر ہے جب وہ زہد کے جذبہ سے ہو یعنی مفاد پرستی، جاہ پرستی اور اس نوعیت کے دیگر جذبات سے آلودہ نہ ہو اور اس میں اعلیٰ مقاصد کا حصول پیش نظر ہو نیز وہ سفر علیٰ وجہ البصیرت اور بیدار حکمت عملی کے تحت اختیار کیا جائے۔

ہجرت کے واقعہ پر زہد کے باب کی تکمیل اس امر کی نشاندہی کرتی ہے کہ جو شخص اس دنیا میں زہد کی زندگی بسر کرے گا وہی آخرت کیلئے ہجرت کا سفر کامیابی سے طے کرے گا۔ اللھم اجعلنا فیھم۔

حوالہ جات

۱- بلیاوی: مصباح اللغات ص ۳۲۴

۲- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۱۸۱

۳- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۰۸

۴- القرآن، الفرقان: ۶۲

۵- مفتی محمد شفیع: معارف القرآن ج ۶ ص ۴۸۱

۶- دمشقی: النفحات السلفیہ بشرح الاحادیث القدسیہ ص ۱۵۵

۷- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۲۲

۸- دمشقی: النفحات السلفیہ ص ۱۵۴

۹- القاری: مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۴۰

۱۰- القرآن، الجمعہ: ۱۰

۱۱- الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۲

۱۲- الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۰

۱۳- القاری: مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۴۱

۱۴- الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۵۱

۱۵- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۹

۱۶- ایضاً

۱۷- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۸

۱۸- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۹

۱۹- ایضاً

۲۰- القاری: مرقاۃ المفاتیح ج ۹ ص ۳۴۸، ایضاً ج ۱۰ ص ۱۲

۲۱- الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۸۵

۲۲- القرآن، الاعراف: ۳۲

۲۳- القرآن، البقرہ: ۲۹

۲۴- القرآن، البقرہ: ۲۰۱

۲۵- القرآن، الجمعہ: ۱۰

۲۶- الخطیب: مشکوٰۃ المصابیح ص ۲۴۲

Marfat.com

۲۷- الغزالی: احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۴۱
۲۸- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۲۳۸
۲۹- سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۴۱
۳۰- سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۴۰، ۲۳۹
۳۱- دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶
۳۲- القرآن، البقرہ: ۹۰، ۲۴۷، آل عمران: ۱۸۰، المائدہ: ۱۸، ۴۲، ۶۲ تا ۶۴
۳۳- ابن عابدین: حاشیہ رد المحتار ج ۴ ص ۱۴۸، طبری: تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۱۸۶
۳۴- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۷۴، ج ۴ ص ۲۱، الغزالی: احیاء علوم الدین ج ۲ ص ۷۹
۳۵- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۱۹۶
۳۶- راغب: المفردات فی غریب القرآن ص ۱۱۶ باب الحاء
۳۷- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۷
۳۸- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۸
۳۹- خطیب: مشکاۃ المصابیح ص ۴۴۸
۴۰- آزاد: ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۳۱
۴۱- سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام ص ۵۱
۴۲- شیخ السند: ایضاح الادلہ ص ۲۶۶
۴۳- دمشقی: النفحات السلفیہ ص ۹۴، آزاد، ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۳۱
۴۴- ہاشمی: سیرت سعد بن ابی وقاص ص ۲۱۲، ۲۱۴
۴۵- امام احمد: المسند ج ۱ ص ۱۷۷
۴۶- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۸
۴۷- امام احمد: المسند ج ۱ ص ۱۷۵، طبری: تاریخ الامم والملوک ج ۳ ص ۱۴۶
۴۸- یہ تھے بنو اسد کی شاخ بنو الزبیر بن العوام بن خویلد بن اسد بن عبد العزی کے لوگ۔ الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۸۸
۴۹- سیوہاروی: اسلام کا اقتصادی نظام ص ۱۳۹، ۱۴۰
۵۰- الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۸۹

arfat.com

۵۱- سندھی: شعور و آگہی ص ۱۴۹

۵۲- القرآن، الانشراح: ۵

۵۳- علی المتقی: کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۷

۵۴- القرآن، الاعراف: ۱۴۳

۵۵- القرآن، الانعام: ۱۰۴

۵۶- یہ ترجمہ کا ایک مفہوم ہے۔ الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۰

۵۷- راغب: المفردات فی غریب القرآن ص ۱۰۱، باب الالف

۵۸- سندھی: قرآنی عنوان انقلاب ص ۶۴

۵۹- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۰، الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۲

۶۰- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۰۹

۶۱- الابی: اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۱۹۱، آلوسی: روح المعانی ج ۱۹ ص ۷۴، علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۴۵

۶۲- الابی: اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۳

۶۳- راغب: المفردات فی غریب القرآن ص ۳۵۷، باب [illegible]

۶۴- القرآن، النجم: ۸

۶۵- الابی: اکمال اکمال المعلم، السنوسی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۲

۶۷- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۱

۶۸- القرآن، یونس: ۶۴

۶۹- القرآن، الاعراف: ۱۷۲ تا ۱۷۸

۷۰- نووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۱

۷۱- ایضاً

۷۲- القرآن، البقرۃ: ۱۴۳

۷۳- مفتی محمد شفیع: معارف القرآن ج ۱ ص ۳۷۱

۷۴- سندھی: قرآنی عنوان انقلاب ص ۲۵

۷۵- آزاد: ترجمان القرآن ج ۲ ص ۳۳۱

۷۶- علی المتقی : کنز العمال ج ۳ ص ۴۷

۷۷- الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۵

۷۸- ایضاً ج ۷ ص ۲۹۶

۷۹- کیلانی : اسلام کا نظام مساجد (نقاب کشائی) ص ۱۴

۸۰- القرآن ، یٰس : ۴۷

۸۱- سندھی : قرآنی دستور انقلاب ص ۵۲، ۸۰

۸۲- الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۲۹۷

۸۳- ابن ماجہ : سنن ص ۳۱۰، علی المتقی : کنز العمال ج ۳ ص ۴۶۸، راغب : المفردات فی غریب القرآن ص ۲۶۰ باب الراء

۸۴- القرآن ، الماعون : ۴ تا ۷

۸۵- الابی : اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۲۹۷

۸۶- الجامی : الفوائد الضیائیہ ص ۱۹

۸۷- الترمذی : الجامع ج ۲ ص ۱۰۲

۸۸- القرآن ، الصف : ۳

۸۹- النووی : شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲

۹۰- القرآن ، النور : ۱۹

۹۱- النووی : ریاض الصالحین ص ۱۱

۹۲- النووی : شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳

۹۳- الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۳۰۱

۹۴- النووی : شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۲، الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۳۰۰

۹۵- الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۳۰۱

۹۶- النووی : شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۳

۹۷- علی المتقی : کنز العمال ج ۲ ص ۱۸۹

۹۸- الابی : اکمال اکمال المعلم ، السنوسی : مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۳۰۲

۹۹- الابی : اکمال اکمال المعلم ج ۷ ص ۳۰۳

Marfat.co

۱۰۰- القرآن، الاعراف: ۱۶۳ تا ۱۶۶

۱۰۱- سیوہاروی: قصص القرآن ج ۳ ص ۸۵

۱۰۲- احمد: المسند ج ا ص ۳۹۰

۱۰۳- القرآن، آل عمران: ۹۳

۱۰۴- السدی: حاشیۃ الجلالین ج ۲، ص ۴۳۲

۱۰۵- القرآن، الاعراف: ۱۶۳

۱۰۶- **سیوہاروی: قصص القرآن ج ۳ ص ۸۶**

۱۰۷- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۰۸- القاری: مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۷۴

۱۰۹- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۰- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۴۵۵

۱۱۱- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۲- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۴۵۹

۱۱۳- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۴- [illegible]

۱۰۵- القرآن، الاعراف: ۱۶۳

۱۰۶- سیوہاروی: قصص القرآن ج ۳ ص ۸۶

۱۰۷- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۰۸- القاری: مرقاۃ المفاتیح ج ۱۰ ص ۷۴

۱۰۹- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۰- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۴۵۵

۱۱۱- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۲- علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۴۵۹

۱۱۳- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴

۱۱۴- الابی: اکمال اکمال المعلم بالنووی: مکمل اکمال الاکمال ج ۷ ص ۳۰۵

Marfat.com

۱۱۵- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۴، ۴۱۵

۱۱۶- دہلوی: الفوز الکبیر ص ۲۳

۱۱۷- القرآن، مریم: ۲۹، ۳۰

۱۱۸- دہلوی: حجۃ اللہ البالغہ ج ۱ ص ۱۰۵

۱۱۹- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۶

۱۲۰- داناپوری: اصح السیر ص ۸۱

۱۲۱- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۷

۱۲۲- رشید رضا: تفسیر المنار ج ۱ ص ۳۱۵

۱۲۳- بدر عالم: ترجمان السنہ ج ۴ ص ۶

۱۲۴- جلبانی: شاہ ولی اللہ کی تعلیم ص ۲۲۱

۱۲۵- القرآن، التوبہ: ۴۰

۱۲۶- راغب: المفردات فی غریب القرآن ص ۵۵۳، علی المتقی: کنز العمال ج ۳ ص ۱۰۱

۱۲۷- النووی: شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹

مصادر و مراجع

۱۔ القرآن الحکیم

۲۔ الابی، محمد بن خلفہ، ابو عبداللہ، الوشتانی المالکی (۸۲۷ھ)
اکمال اکمال المعلم (شرح صحیح مسلم) مصر: مطبعۃ السعادہ بجوار محافظۃ ۱۳۲۸ھ

۳۔ احمد بن حنبل، الامام (۲۴۱ھ) المسند، بیروت: المکتب الاسلامی ۱۹۸۵ء طبع پنجم

۴۔ آزاد، احمد، ابوالکلام (۱۹۵۸ء) ترجمان القرآن، لاہور: شیخ مبارک علی، اندرون لوہاری گیٹ

۵۔ الآلوسی، محمود، ابوالفضل، شہاب الدین، البغدادی (۱۲۷۰ھ)
روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، ملتان: مکتبہ امدادیہ

۶۔ بدر عالم، محمد، مولانا (۱۳۸۵ھ) ترجمان السنہ، کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی

۷۔ بلیاوی، عبدالحفیظ، ابوالفضل، مصباح اللغات، دہلی: مکتبہ برہان ۱۹۵۲ء طبع دوم

۸۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن سورہ، ابو عیسیٰ، الامام (۲۷۹ھ)
الجامع، کراچی: قرآن محل

۹۔ الجامی، عماد الدین بن عبدالرحمن بن احمد (۸۹۸ھ)

Marfat.co

الفوائد الضیائیہ فی شرح المقدمۃ المسماۃ بالکافیہ المعروف شرح ملا جامی مع الحواشی،
لاہور: فاروقی کتب خانہ
۱۰۔ جیلانی، غلام حسین، پروفیسر، شاہ ولی اللہ کی تعلیم،
حیدرآباد: شاہ ولی اللہ اکیڈمی ۱۹۷۵ء
۱۱۔ الخطیب، محمد بن عبداللہ، ابو عبداللہ، ولی الدین، مشکوٰۃ المصابیح
کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی ۱۳۹۴ھ
۱۲۔ داناپوری، عبدالرؤف قادری، ابوالبرکات، اصح السیر فی ہدی خیر البشر
کراچی: مجلس نشریات اسلام ۱۹۷۹ء
۱۳۔ الدمشقی، محمد منیر الازہری، العلامۃ، النفحات السلفیۃ بشرح الاحادیث القدسیۃ
(مطبوع مع الاتحافات السنیۃ بالاحادیث القدسیۃ، محدث زین الدین عبدالرؤف بن تاج العارفین
بن علی بن زین العابدین الحدادی ثم المناوی ۱۰۳۱ھ)
میدان الازہر: مکتبۃ و مطبعۃ محمد صبیح واولادہ ۱۹۷۳ء طبع رابع
۱۴۔ الدہلوی، شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد (۱۱۷۶ھ) حجۃ اللہ البالغۃ
قاہرہ: دارالکتب الحدیثیہ ۱۳۵۲ھ
۱۵۔ الدہلوی، شاہ ولی اللہ، قطب الدین احمد (۱۱۷۶ھ) الفوز الکبیر فی اصول التفسیر
(عربی ترجمہ: علامہ محمد منیر الدمشقی الازہری)
کراچی: میر محمد کتب خانہ مرکز علم و ادب
۱۶۔ الراغب الاصفہانی، حسین بن محمد بن فضل (۵۰۲ھ) المفردات فی غریب القرآن
کراچی: نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب ۱۹۶۱ء
۱۷۔ رشید رضا، سید محمد (۱۹۳۵ء) تفسیر القرآن الحکیم الشہیر بتفسیر المنار
(علی طریقۃ الاستاذ الشیخ محمد عبدہ)
مصر: مطبع المنار ۱۳۴۶ھ طبع اول
۱۸۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا (۱۹۴۴ء) شعور و آگہی (ترتیب: سید مطلوب علی زیدی)
لاہور: مکی دارالکتب ۱۹۸۴ء طبع اول
۱۹۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا (۱۹۴۴ء) قرآنی دستور انقلاب
(ترتیب: شیخ بشیر احمد لدھیانوی) لاہور: ادارہ نشریات اسلام
۲۰۔ سندھی، عبیداللہ، مولانا (۱۹۴۴ء) قرآنی عنوان انقلاب
(ترتیب: شیخ بشیر احمد لدھیانوی) گوجرانوالہ: مکتبہ حنفیہ
۲۱۔ السندی، ابوالحسن، العلامہ، حاشیہ علی صحیح مسلم، مطبوع مع صحیح مسلم
کراچی: نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب ۱۳۷۵ھ

Marfat.com

۲۲۔ السنوسی، محمد بن محمد بن یوسف الحسنی (۸۹۵ھ) مکمل اکمال الاکمال (شرح صحیح مسلم)
مصر: مطبعۃ السعادہ بجوار محافظۃ ۱۳۲۸ھ

۲۳۔ سیوہاری، محمد حفظ الرحمن، مولانا (۱۹۵۹ء) اسلام کا اقتصادی نظام
دہلی: ندوۃ المصنفین ۱۹۴۲ء طبع دوم

۲۴۔ سیوہاری، محمد حفظ الرحمن، مولانا (۱۹۶۵ء) قصص القرآن،
لاہور: ناشران قرآن لمیٹڈ

۲۵۔ طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (۳۱۰ھ) تاریخ الامم والملوک
(ترجمہ سید رشید احمد ارشد) لاہور: نفیس اکیڈمی ۱۹۶۷ء طبع اول

۲۶۔ ظفیر الدین، مولانا، پورہ نو وہیاری، اسلام کا نظام مساجد
(پیش لفظ مولانا مناظر احسن گیلانی) کراچی: دارالاشاعت

۲۷۔ ابن عابدین، محمد امین الشامی (۱۲۵۲ھ) حاشیہ رد المحتار علی الدر المختار شرح تنویر الابصار
کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی

۲۸۔ علی المتقی بن حسام الدین، علاؤ الدین، الہندی، البرہان پوری (۹۷۵ھ)
کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال

۲۹۔ الغزالی، محمد بن محمد، ابو حامد، الامام (۵۰۵ھ) احیاء علوم الدین،
قاہرہ: موسستہ الحلبی و شرکاء للنشر والتوزیع ۱۹۶۷ء

۳۰۔ القاری، علی بن سلطان محمد، الشیخ (۱۰۱۴ھ) مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، ملتان: مکتبہ امدادیہ

۳۱۔ ابن ماجہ، محمد بن یزید، ابو عبداللہ (۲۷۳ھ) السنن، کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب ۱۳۸۱ھ

۳۲۔ محمد شفیع، مولانا، مفتی (۱۹۷۶ء) معارف القرآن، کراچی: ادارۃ المعارف ۱۹۸۰ھ

۳۳۔ محمود حسن، شیخ الہند، مولانا (۱۹۱۹ء) ایضاح الادلہ،
(تصحیح و اضافہ مولانا سید فخر الدین احمد مرحوم) کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی ۱۹۸۶ء

۳۴۔ النووی، یحییٰ بن شرف، محی الدین، ابو زکریا (۶۷۶ھ)
ریاض الصالحین من کلام سید المرسلین، لاہور: امجد اکیڈمی

۳۵۔ النووی، یحییٰ بن شرف، محی الدین، ابو زکریا (۶۷۶ھ)
شرح صحیح مسلم، مطبوعہ مع صحیح مسلم، کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب ۱۳۷۵ھ

۳۶۔ ہاشمی، طالب، سیرت حضرت سعید بن ابی وقاص، لاہور: قومی کتب خانہ ۱۹۷۴ء طبع اول

arfat.com

زہد، مفہوم اور تقاضے

صحیح مسلم کا خصوصی مطالعہ

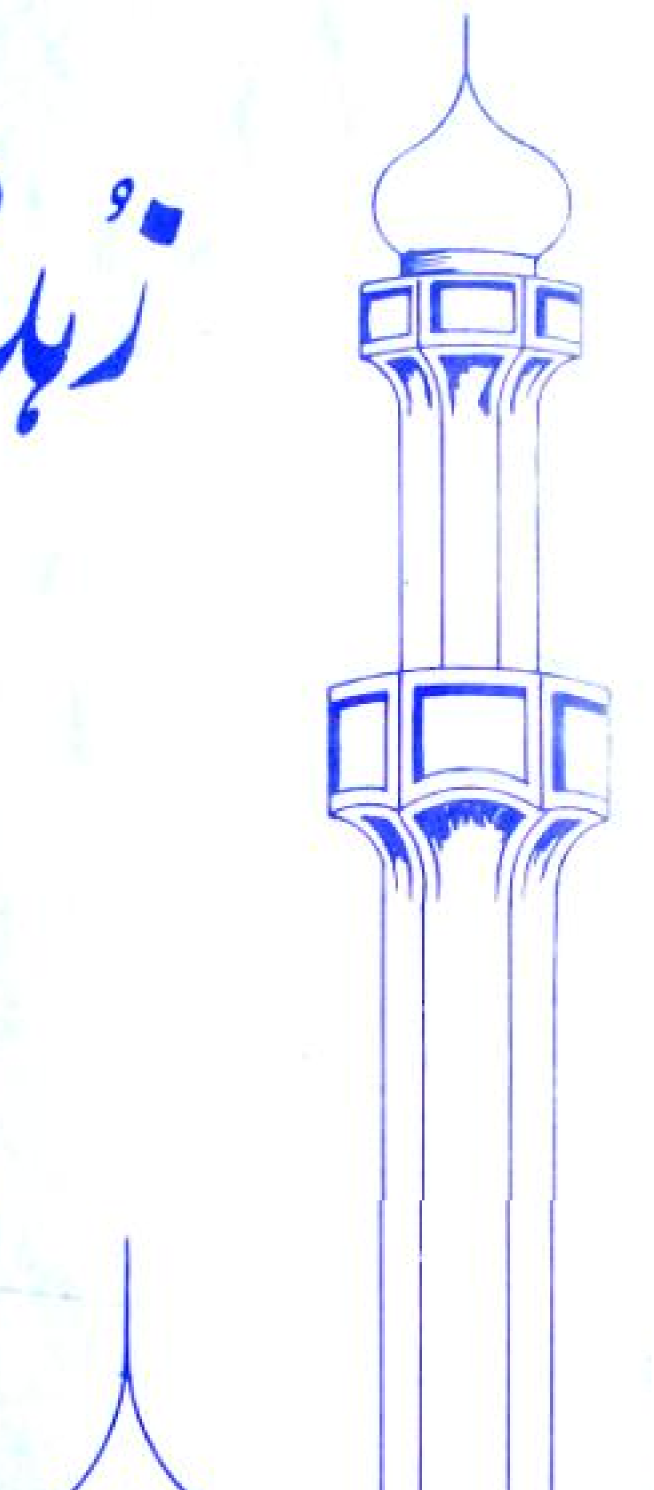

تالیف

سعید الرحمٰن

استاد ادارہ علوم اسلامیہ و عربی
بہاؤالدین زکریا یونیورسٹی ملتان

بیکن بکس ○ گلگشت ملتان

Marfat.com